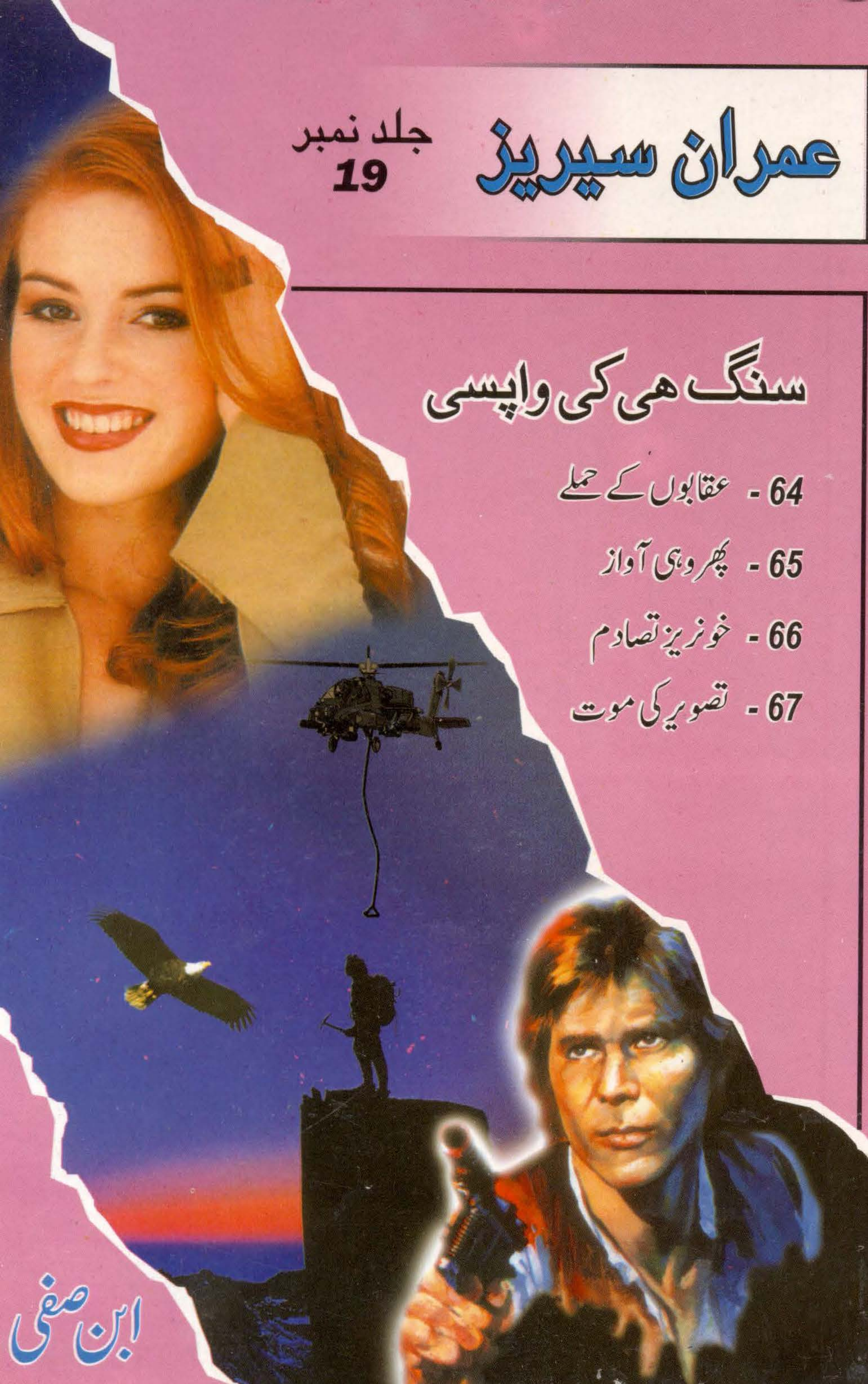

عمران سیریز

جلد نمبر
19

سنگ ہی کی واپسی

64 - عقابوں کے حملے

65 - پھر وہی آواز

66 - خونریز تصادم

67 - تصویر کی موت

ابن صفی

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر.......... خالد سلطان
پرنٹر............ یمانی پریس

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز
الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970

عمران سیریز نمبر 64

عقابوں کے حملے

(پہلا حصہ)

پیشرس

لاہور سے ایک "پرستار" رقم طراز ہیں!

"السلام علیکم! میں آپ کی عمران سیریز کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ ان کے متعلق آپ کو چند باتوں کے بارے میں اپنا خیال بتاتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے فریدی کو اپنا ہیرو بنایا ہوا ہے اور عمران کو نظر انداز کردیا ہے۔ اس کے معمولی معمولی ماتحت بھی اس کی بے عزتی کردیتے ہیں اور ہر آدمی اسے ایک حقیر مسخرہ سمجھتا ہے۔ حالانکہ جب لوگ اس کی کتابیں پڑھتے ہیں تو اسے اپنا ہیرو بنا لیتے ہیں اور اپنے ہیرو کو ذلیل ہوتا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

یہ ایک خط کا اقتباس ہے "پرستار" موصوف نے مشورہ دیا ہے کہ عمران کے ماتحتوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہی ایکس ٹو بھی ہے اس کے بعد اسی سلسلے میں ایک پلاٹ بھی لکھا ہے جس پر مجھے کم از کم پانچ سو صفحات کا ناول لکھنا چاہئے۔

پیارے پرستار! عمران آپ کا ہیرو ہوگا لیکن وہ اپنے ماتحتوں کی نظر میں ہیرو بننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ جو کچھ بھی ہے اسی میں اپنی بہتری سمجھتا ہے۔ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا رہنا ہی اسے پسند ہے لہٰذا آپ بھی برداشت کیجئے۔ اب زیر نظر ناول ہی کو لے لیجئے۔ کیا کچھ نہیں گذری عمران پر لیکن میدان اسی کے ہاتھ رہا۔ ترم خانی کا زمانہ نہیں ہے بسا اوقات مونچھ نیچی کرلینے ہی میں بھلائی ہوتی ہے۔ ورنہ حشر انہی خان صاحب کا سا ہوتا جو ایک بار کسی بنئے پر اکڑ گئے تھے۔

"ابے تیری یہ مجال ہمارے سامنے مونچھ اونچی کئے بیٹھا ہے۔"

بنیا ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ”خان صاحب میرے بال نہ بچہ کہ مجھے کسی کی فکر ہو۔ میری مونچھ تو اونچی ہی رہے گی۔“

خان صاحب خاموشی سے گھر آئے تلوار کھینچی اور اپنے بال بچوں کا صفایا کر دیا پھر لہو ٹپکتی تلوار لئے بنئے کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کڑک کر بولے۔ ”اب بتا میرے بھی بال بچہ نہیں رہا۔“

بنئے نے بے حد خاکسارانہ انداز میں اپنی مونچھ نیچی کر لی۔ اب خدارا مجھ سے نہ پوچھئے گا کہ خان صاحب کا کیا بنا.... بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ عمران کی کامیابی کا راز اس کی حکمت عملی میں پوشیدہ ہے اس کا کوئی بھی ناول اٹھا کر دیکھ لیجئے ابتداء میں اس کی جو حرکتیں خالص حماقت معلوم ہوتی ہیں وہی آخر کار کامیابیوں کی طرف لے جاتی ہیں.... نہ فریدی عمران بن سکتا ہے اور نہ عمران فریدی۔ دونوں کی شخصیتیں متضاد و حالات اور مختلف ماحول کی پیداوار ہیں۔ فریدی کے مزاج میں جاگیردارانہ رکھ رکھاؤ پایا جاتا ہے عمران کی ذہنی نشوونما عوامی بھیڑ چال میں ہوئی ہے۔ اس نے اپنے طبقے کے اثرات قبول نہیں کئے.... زیرِ نظر ناول میں آپ اسے ایک بالکل ہی نئے روپ میں پائیں گے۔ اس کہانی میں اس نے جس بات کا بیڑا اٹھایا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ آئندہ دیکھئے کہ اس کی یہ کامیابی اُسے کن دشواریوں سے دوچار کرتی ہے۔ لیکن ٹھہریئے ! کہیں آپ نے ”عقابوں کے حملے“ کا یہ مطلب نہ لیا ہو کہ ہوائی جہازوں کا کوئی اسکواڈرن زمین و آسمان ایک کر دے گا۔ اگر خدانخواستہ آپ مجھ سے پہلے ہی سے پلاٹ بنائے بیٹھے ہیں تو مجھے یہ سننے کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ ”کہانی پھُس ہو کر رہ گئی۔“ اللہ مجھ پر رحم کرے۔ آمین۔

ابنِ صفی

۲۱/اگست ۱۹۷۲ء

ڈینی ولسن کے سرکس نے سردار گڑھ میں دھوم مچا رکھی تھی۔ سیزن شروع ہو چکا تھا۔ اور سردار گڑھ کی آبادی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اندرون ملک کے میدانی علاقوں کی گرمی سے بھاگ کر متوسط طبقے کے لوگ عموماً یہیں پناہ لیتے تھے کیونکہ دوسرے پہاڑی مقامات کے مقابلے میں یہاں زیادہ مصارف نہیں ہوتے تھے ہوٹلوں میں ٹھہرنے کی استطاعت نہ رکھنے والے مقامی باشندوں کے ساتھ ان کے گھروں میں قیام کرتے اور مناسب معاوضے پر اپنے ہی گھر کا سا آرام پاتے۔ مقامی لوگ بڑے خوش اخلاق اور متواضع تھے۔

تین سال پہلے ڈینی نے سیزن میں یہاں سرکس لگایا تھا اور توقع سے زیادہ ہی سمیٹے تھے۔ دوسرے سیزن پر بھی اتنی آمدنی ہوئی تھی کہ جی خوش ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس سال کیونکر باز رہ سکتا تھا۔

اس بار تو ان لڑکیوں نے سارے سردار گڑھ میں تہلکہ مچا دیا تھا جو پتھر کے زمانے کا لباس پہن کر رقص کرتی تھی۔ یہ تینوں نسلاً سفید فام تھیں اور اتنی بے جھجک تھیں کہ ایک اشارے پر پتھر کے دور سے بھی پہلے کے زمانے میں جست لگا سکتی تھیں۔

ڈینی صرف پانچ دن کی آمدنی کا حساب لگانے بیٹھا تھا اور اس کی باچھیں کھل گئی تھیں۔

"یہ لڑکیاں تو ٹکسال ثابت ہو سکتی ہیں۔!" اس نے اپنے منیجر سے کہا۔

"لیکن میرا دل روتا ہے باس۔۔۔۔!" جہاندیدہ منیجر بولا۔

"اپنے دل کو ہنسنا سکھاؤ۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ اب لوگ جانوروں کے کرتبوں سے دل چسپی نہیں لیتے آدمیوں کے کرتب بھی انہیں نہیں بھاتے۔ ان کیبرے ڈانسرز کو سرکس سے الگ کر دو پھر پوچھوں گا کہ دن بھر میں کتنی مکھیاں مار لیتے ہو۔!"

"ایسا کیوں ہوا باس! لوگ فن کی قدر کیوں نہیں کرتے؟"

"فن.... ! ہوہ.... " ڈینی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "آج کل یہی سب سے بڑا فن ہے کہ کپڑے اتار کر پھینک دو....!"

"جب ہم سب کچھ بے چوں و چرا تسلیم کرتے چلے جا رہے ہیں تو پھر یہی ہوگا۔ اگر ہم اس برائی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو....؟"

"میرے سرکس میں اٹھ کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں.... جاؤ.... نیلی کٹی اور رینا کو میرے پاس بھیج دو....!"

"وہ شائد اس وقت نہ آ سکیں۔!"

"کیوں؟"

"ایک سیاح ان کے خیمے میں موجود ہے جو انہیں اس بندر کی کہانی سنا رہا ہے جس کا رنگ سیاہ ہے اور جسم پر لمبی لمبی سفید دھاریاں ہیں۔!" بوڑھا منیجر بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"لیکن ان کے خیمے تک کوئی سیاح پہنچا کیسے؟" ڈینی نے غصیلے لہجے میں سوال کیا۔

"مسٹر ولسن! زمانہ بدل چکا ہے۔!"

"کیا مطلب؟"

"ڈسپلن نام کی کوئی چیز ہمارے درمیان موجود نہیں۔!"

"کیا بک رہے ہو؟"

"وہ مغرور لڑکیاں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتیں۔ میں نے انہیں اجنبیوں سے رسم و راہ پیدا کرنے سے باز رکھنا چاہا تھا.... جانتے ہیں کیا جواب ملا تھا۔؟"

"بکو جلدی سے.... میرا وقت ضائع نہ کرو....!"

"انہوں نے کہا تھا کہ وہ کسی قسم کی بھی پابندی قبول کرنے پر تیار نہیں۔!"

"میں کہتا ہوں جاؤ.... اور انہیں یہاں بھیج دو....!" ڈینی میز پر گھونسا مار کر دھاڑا اور منیجر بوکھلا کر اس کے خیمے سے باہر نکل گیا۔

ڈینی نے بوتل سے گلاس میں شراب انڈیلی۔ سوڈا ملایا اور کڑے تیور سے نکاسی کے راستے کو گھورنے لگا۔

کچھ دیر بعد صرف ایک لڑکی زینا خیمے میں داخل ہوئی۔

"کیا بات ہے مسٹر ولسن؟"

"بیٹھ جاؤ.....!" ڈینی نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ بیٹھ تو گئی لیکن اس کے چہرے پر بدمزگی کے آثار تھے۔

"وہ سیاح کون ہے؟" ڈینی نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ایک سیاح ہے مسٹر ولسن.....!"

"میں نے کہا تھا کہ اجنبیوں سے.....!"

"ٹھہرو!" وہ ہاتھ اٹھا کو بولی۔ "آج ہماری ملاقات کا تیسرا دن ہے اب وہ اجنبی نہیں رہا۔!"

"میں کہتا ہوں پہلی ہی ملاقات کیوں ہوئی؟ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ اجنبی آرٹسٹوں کے خیموں میں آئیں۔"

"یہ تم کس استحقاق کی بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"کیا مجھ سے بحث کرو گی؟" ڈینی آنکھیں نکال کر بولا اور وہ مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں ہنس پڑی۔

ڈینی نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے سوچا۔ اچھا کتیا میں تم سے سمجھوں گا فی الحال خاموشی ہی بہتر ہے سیزن ختم ہونے کے بعد ایسی ٹھوکر رسید کروں گا کہ تمہاری شکلیں نہ پہچانی جائیں گی۔

پھر دفعتاً وہ بھی ہنس پڑا اور کچھ دیر بعد بولا۔ "دھاری دار سیاہ بندر کا کیا قصہ ہے۔!"

"اوہ.....وہ.....حیرت انگیز مسٹر ولسن.....اگر تم اس کی تصویریں دیکھنا چاہو تو۔"

"ضرور.....ضرور.....!" ڈینی دل چسپی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"تم ڈان فاگان سے مل کر خوش ہو گے۔ بہت اچھا اور خوش مزاج آدمی ہے۔!"

"ڈان فاگان.....؟" ڈینی کے لہجے میں حیرت تھی۔ "کیا وہ کوئی مقامی آدمی نہیں ہے۔!"

"نہیں اسپینی ہے۔!"

"اوہ.....تب تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!"

"میں اسے یہیں لاتی ہوں۔!" زینا نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی۔ ڈینی نے پھر برا سا منہ

بنایا اس کی آنکھوں میں غصے کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

ایک ہی سانس میں اس نے گلاس خالی کر دیا۔

"دھاری دار بندر.... اونہہ....!" وہ بڑبڑاتا ہوا دوسرا گلاس تیار کرنے لگا۔

ڈینی بلانوشوں میں سے تھا لیکن عام طور پر چہکتا ہوا کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ عمر کے اعتبار سے بھی اسے اس معاملے میں ایک کمزور دماغ آدمی ہونا چاہیئے تھا مگر یہ حقیقت تھی کہ وہ خود ہی نشے پر حاوی رہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں ڈان فاگان کے ساتھ خیمے میں داخل ہوئیں یہ ایک طویل قامت اور گٹھیلے جسم کا آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ آنکھیں چھوٹی اور بے حد چمکیلی تھیں۔

اس نے مصافحے کے لئے ڈینی کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا لیکن ڈینی نے مصافحہ کرنے کی بجائے شراب کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ "اس سے زیادہ خلوص آپ کے ساتھ نہیں برت سکتا۔"

لڑکیاں ہنس پڑیں لیکن ڈان فاگان خشک لہجے میں بولا۔ "شکریہ! میں شراب نہیں پیتا۔!"

پھر گلاس میز پر رکھتے ہوئے لڑکیوں سے کہا۔ "میں سمجھا تھا کہ سرکس کا مالک کوئی نوجوان آدمی ہوگا۔ یہ تو بے حد بوڑھا ہے۔"

"اسی لئے یہ سب لڑکیاں بے خوف و خطر میرے ساتھ رہتی ہیں۔" ڈینی خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "بیٹھو"۔

ڈان فاگان سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اور لڑکیاں کھڑی رہیں۔ ڈینی نے اُن سے بیٹھنے کو نہیں کہا تھا۔

دوسرا گلاس بھی وہ ایک ہی سانس میں خالی کر گیا۔ دفعتاً ڈان فاگان لڑکیوں کی طرف مڑ کر بولا۔ "تم لوگ مجھے یہاں کیوں لائی ہو....؟"

"مسٹر ولسن اس بندر کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں۔!" رینا نے کہا۔

"اوہ.... اچھا اچھا...." ڈان فاگان مسکرا کر بولا۔ "وہ تو میرے حواس پر چھا گیا ہے لیکن کسی طرح ہاتھ نہیں آتا۔!"

ڈینی نے بے اعتباری سے لڑکیوں کی طرف دیکھا تھا۔

ڈان فاگان نے ایک لفافہ جیب سے نکال کر ڈینی کے سامنے ڈالتے ہوئے کہا۔ "تم شاید اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکو.... جانوروں کے بارے میں وسیع تجربہ رکھتے ہو۔!"

ڈینی نے لفافے سے تصویریں نکالیں اور سچ مچ متحیر رہ گیا۔ سیاہ رنگ کا بندر تھا اور اس کے پورے جسم پر لمبی لمبی سفید دھاریاں تھیں۔ کئی تصویریں تھیں جن میں وہ مختلف عورتوں کے پاس بیٹھا نظر آرہا تھا۔ تصاویر کا پس منظر ایک ہی تھا.... جنگل اور پہاڑ....!

"بڑی عجیب بات ہے مسٹر ولسن۔" ڈان فاگان بولا۔ "اگر صرف مرد اس کے ٹھکانے پر جائیں تو کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ البتہ پارٹی میں ایک عورت بھی شامل ہو تو فوراً ظاہر ہو جاتا ہے عورت اس کے پاس بھی پہنچ جائے تو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا لیکن جہاں کسی مرد نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی دو چار چھلانگیں لگائیں اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پھر ڈھونڈتے پھریئے.... کہیں پتہ نہیں چلتا۔!"

ڈینی حیرت سے منہ کھولے سُن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر آہستہ سے بولا "تنہا ہوگا؟" ڈان فاگان اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"یعنی تنہا نر۔۔اس کی مادہ نہ ہوگی۔ لیکن اس رنگ کا بندر ساری دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔!"

"یہ تصویریں جعلی تو نہیں ہیں۔!" ڈان فاگان ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا.... سی نیور ڈان فاگان.... میں صرف حیرت ظاہر کر رہا ہوں اگر ہم اس بندر کو پکڑ کر دنیا کے سامنے پیش کر سکے تو ہماری بھی بین الاقوامی حیثیت ہو گی مجھے اس پر بھی حیرت ہے کہ مقامی لوگوں نے اس پر توجہ کیوں نہیں دی۔"

"ہاتھ کب آتا ہے اور پھر مقامی لوگ تو اسے کوئی بدروح سمجھ کر اس سے خائف رہتے ہیں۔"

"یہ ہے کہاں؟"

"یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ تنکیز کی چڑھائی پر۔ فاصلہ زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین میل ہو گا۔!"

"تم یہاں کب سے ہو؟"

"قریب قریب ہر سیزن پر آتا ہوں اور تمہارے ملک میں دس سال سے مقیم ہوں۔!"

"کیا کرتے ہو.....؟"

"ایک فرم میں ملازم ہوں۔!"

"لڑکی نے کہا تھا کہ تم سیاح ہو۔!"

"مسٹر ولسن! تم کسی پولیس مین کی طرح مجھ سے پوچھ گچھ کر رہے ہو۔!"

"اوہو! ہرگز نہیں... تو پھر ہمیں کب لے چل رہے ہو وہاں۔ شائد میں اسے پکڑ سکوں۔!"

"صرف اس شرط پر کہ وہ ہم دونوں کی مشترکہ ملکیت ہوگا۔"

"اوہ! یہ بعد میں دیکھا جائے گا.... ابھی تو ہم اسے دیکھنے چل رہے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔"

آدھے گھنٹے کے اندر اندر وہ روانگی کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ڈینی نے احتیاطاً سرکس کے دو تنومند جوان بھی ساتھ لے لئے تھے۔ سات افراد کا یہ قافلہ تنگیز کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈینی خود ہی اسٹیشن ویگن ڈرائیو کر رہا تھا۔

"مسٹر ولسن اس عمر میں بھی جوانوں کا سا حوصلہ رکھتے ہیں۔" رینا بولی۔ کٹی اور نیلی ہنس پڑیں۔ ڈینی بُرا سا منہ بنائے ہوئے ڈرائیو کرتا رہا۔ ایک اجنبی کے سامنے ان کی خبر نہیں لینا چاہتا تھا۔

"میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔" ڈان فاگان نے سنجیدگی سے کہا۔ "مسٹر ولسن اندر سے فولاد ہیں۔"

"شکریہ.....!" ولسن آہستہ سے بولا۔

سردار گڑھ میں ان دنوں چاروں طرف ہریالی ہی ہریالی بکھری ہوئی تھی۔ خودرو پھولوں کی ملی جلی خوشبوؤں سے فضا مہکتی رہتی۔

دن کے دس بجے تھے۔ دھوپ بڑی خوش گوار لگ رہی تھی۔ اسٹیشن ویگن چکراتی ہوئی پتلی سی سڑک پر مسافت طے کر رہی.... حتیٰ کہ وہ تنگیز کی چڑھائی تک آپہنچے یہاں سے انہیں پیدل سفر کرنا تھا۔ اسٹیشن ویگن سڑک سے اتار کر ایک جگہ کھڑی کر دی گئی۔

"راجن! تم گاڑی کی نگرانی کرو گے۔" ولسن نے اپنے ایک آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔

"بہت اچھا.... مسٹر ولسن۔" اس نے بڑے ادب سے جواب دیا۔ اس کے ملازمین اس کا

احترام کرتے تھے۔

یہ بڑا پُر فضا مقام تھا.... تنکیز کی چڑھائی سرخ رنگ کے پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھی دور سے ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ یاقوت کی چٹانیں ہوں۔

"بندر جائے جہنم میں!" نیلی نے سسکاری لی۔ "یہ جگہ کتنی حسین ہے۔!"

"دماغ میں جالے نہ ہوں تو ہر جگہ بہت حسین ہے۔!" ڈینی بڑبڑایا۔

وہ اوپر جانے کے لئے تنگ سے چکر دار راستے پر چل پڑے۔ راستہ اتنا تنگ تھا کہ وہ قطار میں چل رہے تھے۔ دو آدمی برابر سے نہیں چل سکتے تھے۔

"مسٹر ولسن کو جانوروں کی ہم نشینی نے فلسفی بنادیا ہے۔" رینا بولی۔

"اور تم آدمیوں میں رہ کر بھی آدمی نہ بن سکیں۔" کٹی بول پڑی۔

"کیوں! اس میں کیا برائی ہے؟" نیلی نے سوال کیا۔

"عورتوں میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔" ڈینی زہر خند کے ساتھ بولا۔ "وہ تو صرف مردوں کو بُرا بنانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔"

"اوہ.... اوہ....!" ڈان فاگان کراہا۔ "گفتگو تلخ ہوتی جارہی ہے۔ ہم کیوں نہ اس بندر کے بارے میں باتیں کریں۔"

"میں نے بھی آدمیوں سے تنگ آکر جانوروں کے درمیان پناہ لی تھی۔" ڈینی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"لیکن ہم جیسے آدمیوں کے بغیر کام بھی نہیں چلتا۔" رینا کھل کر ہنس پڑی۔

"مجبوری ہے۔" ڈینی سرد آہ بھر کر بولا۔ "اگر میں کپڑے اتار کر ناچنا شروع کردوں تو لوگ مجھ پر پتھراؤ کریں گے۔ تمہارا اسی قسم کا رقص دیکھنے کے لئے جیبیں خالی کردیتے ہیں۔"

"ڈیئر.... ڈیئر....!" ڈان فاگان چلتے چلتے رک کر بولا۔ "اگر یہ بحث یہیں ختم نہیں ہوجاتی تو میں آگے جانے سے انکار کردوں گا۔"

وہ بھی رک گئے.... اور ڈینی بڑبڑایا۔ "ایک غیر معمولی بندر کے لئے۔!"

شمال سے سفید بادلوں کے مرغولے اٹھ اٹھ کر آہستہ آہستہ مشرق کی طرف بڑھ رہے تھے۔ خنکی میں کسی قدر اضافہ ہوگیا تھا۔ سردار گڑھ کے لئے یہ دھوپ چھاؤں نئی چیز نہیں تھی۔

دن بھر اس کا سلسلہ جاری رہتا۔ البتہ مغرب سے اٹھنے والے بادل تو جم کر ہی رہ جاتے اور کئی کئی دن تک سورج نہ دکھائی دیتا۔

"بحث ختم ہو گئی۔" ریناڈان فاگان کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔

"اب چلو۔!"

اوپر پہنچ کر ایک بار پھر ڈینی موضوع گفتگو بن گیا کیونکہ وہ دوسروں کی طرح ہانپ نہیں رہا تھا۔ ڈینی اپنے جیالے پن کی تعریفیں خاموشی سے سنتا رہا۔

اس جگہ تو چاروں طرف رنگ ہی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔

"بس یہیں بیٹھتے ہیں!" ڈان فاگان کاندھے سے مووی کیمرہ اتارتا ہوا بولا۔ اور ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔

ڈینی پُر تشویش نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے فلاسک سے دو تین گھونٹ لئے اور ڈان فاگان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فاگان بھی ڈینی ہی کو دیکھے جا رہا تھا۔

"کب آئے گا وہ؟" نیلی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"جب تم تینوں کی خوشبو اس تک پہنچے گی۔" فاگان مسکرا کر بولا۔

"تم تینوں کی خوشبو۔!" ڈینی نے طنزیہ لہجے میں دہرایا۔

"مسٹر ولسن! کیا تم ان لڑکیوں کو پسند نہیں کرتے؟" ڈان فاگان نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم پسند کی بات کرتے ہو! میں ان تینوں کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔"

تینوں ہنس پڑیں۔ ڈینی بھی ان کی ہنسی میں شامل تھا۔

دفعتاً ڈان فاگان نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ڈینی بھی بائیں جانب کی ڈھلان سے آہٹیں سُن رہا تھا۔ وہ سب اسی طرف متوجہ ہو گئے۔

"ارے.... وہ رہا....!" رینا کی چہکتی ہوئی آواز فضا میں گونجی۔

بندر اچھل کر سامنے آ گیا تھا۔ لیکن دور ہی سے انہیں دیکھتا رہا۔ تینوں لڑکیاں ہنسنے لگیں۔

"جاؤ.... اس کے قریب جاؤ۔" ڈان فاگان بولا۔ "اس کی بھی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ عورتوں سے بے حد مانوس ہے۔!"

"یہ دھوکا ہے۔!" دفعتاً ڈینی غرایا۔

"کیا مطلب؟" ڈان فاگان بولا اور لڑکیوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔

"رنگ قدرتی نہیں ہے۔ کسی آدمی کی شرارت ہے۔ اسے سیاہ رنگ میں غوطہ دے کر سفید دھاریاں بنائی گئی ہیں۔"

ڈان فاگان نے طویل سانس لی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"محنت وصول ہو گئی۔" اس نے بالآخر کہا۔

"کیا مطلب؟" ڈینی نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"میں اس کے سلسلے میں کسی ایکسپرٹ کی رائے چاہتا تھا۔" ڈان فاگان نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

لڑکیوں کے چہرے مایوسی کی تفسیر بن کر رہ گئے تھے۔ کبھی وہ بندر کی طرف دیکھتی تھیں اور کبھی ڈان فاگان کی طرف۔

"لیکن اس کا مقصد کیا ہے!" ڈینی بندر کو گھورتا ہوا بولا۔

ٹھیک اسی وقت بندر نے نیلی پر چھلانگ لگائی اور بُری طرح چمٹ گیا۔ نیلی کی خوف زدہ تیز چیخیں فضا میں گونجنے لگیں۔

ڈینی اس کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ کوئی لجلجی سی چیز اس کے چہرے سے ٹکرا کر پھٹی اور اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ڈھیروں دھواں ناک اور حلق سے گزر کر سینے میں اتر گیا ہو.... وہ چکرا کر گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

معلوم نہیں پھر کتنی دیر بعد ہوش میں آیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سرکس کا جوان بھی اس کے قریب ہی اوندھا پڑا تھا۔ ڈان فاگان اور لڑکیوں کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

ڈینی نقاہت محسوس کرنے کے باوجود بھی بڑی پھرتی سے اٹھ بیٹھا اور اپنے ساتھی کو جھنجھوڑ کر آوازیں دینے لگا۔ اس پر تو کوئی اثر نہ ہوا۔ البتہ اچانک رینا سامنے آ کھڑی ہوئی وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے خود بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے گی۔

ڈینی نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

"تت.... تم...." ڈینی نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن الفاظ گھٹ کر رہ گئے ذہنی

حالت ابھی پوری طرح اعتدال پر نہیں آئی تھی۔

"وہ.... وہ.... ان تینوں کو پکڑ کر لے گئے.... مم.... میں تو.... اسی وقت ڈر کے مارے سامنے والی دراز میں چھپ گئی تھی جب اس منحوس بندر نے نیلی پر چھلانگ لگائی تھی۔" وہ رک رک کر کہتی رہی۔ "وہ بڑے خوف ناک تھے۔ ننگ دھڑنگ سیاہ فام وحشی.... ڈان فاگان.... کو پکڑ کر لے گئے.... ہائے بے چاری نیلی اور کٹی.... پاگلوں کی طرح چیخے جا رہی تھیں.... بھاگو.... یہاں سے بھاگ چلو....!"

"کک.... کدھر گئے.... وہ لوگ....!" ڈینی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"جدھر سے بندر آیا تھا.... خدا کے لئے یہاں سے نکل چلو.... وہ سات آٹھ تھے۔ ہم اکیلے ان کا کیا کرلیں گے۔" رینا گھگھیائی۔

"مم.... میں اسے اٹھا کر نہیں چل سکوں گا۔!" ڈینی نے بیہوش ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

پھر اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ڈرو مت.... تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا.... وہ تو میں بے خبری میں مارا گیا تھا۔ پتا نہیں وہ کیا چیز تھی اور کس طرف سے آئی تھی۔!"

"کیا چیز تھی.... کیا ہوا تھا؟"

"کوئی گلگلی سی چیز میرے چہرے سے ٹکرا کر پھٹ گئی تھی اور بہت سا دھواں سینے میں بھر گیا تھا۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔"

"اوہ.... تو پھر اسے جلدی سے ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔" رینا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں کوشش کر چکا ہوں۔ اب تم دیکھو۔"

رینا اس کے پاس جا بیٹھی اور ڈینی سینے کے بل رینگتا ہوا بائیں جانب بڑھنے لگا۔ جدھر سے بندر نمودار ہوا تھا۔ ریوالور کے دستے پر اس کی انگلیاں سختی سے جمی ہوئی تھیں۔

"تت.... تم کہاں جا رہے ہو؟" رینا خوف زدہ لہجے میں بولی۔

لیکن وہ اپنی دھن میں آگے ہی بڑھتا رہا۔ پھر اس جگہ جا پہنچا جہاں سے بائیں جانب والی

ڈھلان شروع ہوتی تھی۔

دوسری طرف گہرا سناٹا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے صدہاسال سے وہ جگہ ویران پڑی ہو۔ ہوا کی سائیں سائیں کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

"اسے ہوش آگیا۔" اس نے رینا کی آواز سنی اور چونک پڑا۔

ان کا ساتھی اٹھ بیٹھا تھا اور پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھے جا رہا تھا۔

ڈینی تیزی سے ان کی طرف پلٹ آیا۔

"کیا تم اٹھ کر چل سکتے ہو؟" اس نے سوال کیا لیکن وہ ایسی بے تعلقی سے ڈینی کو دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ کو معنی پہنانے سے قاصر ہو۔

بالآخر دونوں نے سہارا دے کر اسے اٹھایا۔ بدقت تمام وہ اس جگہ پہنچے تھے جہاں اسٹیشن ویگن دوسرے آدمی کی نگرانی میں چھوڑی تھی۔ وہ انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔" ڈینی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جتنی جلد ہمیں سردار گڑھ پہنچا سکتے ہو پہنچا دو.... بلکہ سیدھے پولیس اسٹیشن چلو۔"

عمران کا فلیٹ آج کل ضرورت سے زیادہ "آباد" ہو گیا تھا اور اس "آبادی" کی سب سے بڑی وجہ تھی جیمسن کی ڈاڑھی۔

جیمسن کی ڈاڑھی کی وجہ سے ظفر الملک کو اپنا فلیٹ چھوڑنا پڑا تھا۔

بات دراصل یہ تھی کہ برابر والے فلیٹ پر بلڈنگ کے مالک کی بہن کا قبضہ تھا۔ یہ بھاری جسم والی ایک معمر خاتون تھیں.... ایک دن انہوں نے جیمسن کو اس طرح للکارا کہ اس کے ہوش اڑ گئے۔

"مجھے چڑھاتے ہو....!" وہ اس کا راستہ روک کر دھاڑیں۔

"جج.... جی.... نہیں...." جیمسن بوکھلا کر بولا۔

"تو پھر مجھے دیکھ کر ڈاڑھی پر کیوں ہاتھ پھیرتے ہو؟"

جیمسن نے ہونقوں کی طرح دانت نکال دیئے اور پھر جلدی سے شرما کر بولا "میری عادت ہے۔!"

"بکواس ہے.... تم مجھے چڑھاتے ہو.....!"

وہ اس طرح سر ہوئیں تو جیمسن نے پہلی بار انہیں غور سے دیکھا۔ اور پھر اس کے پیروں کے تلے سے زمین نکل گئی.... ان محترمہ کی ٹھوڑی پر تین چار لمبے لمبے بال تھے۔

اب وہ صفائی پیش کر رہا تھا اور وہ آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھیں۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ دوسرے دن مالک مکان نے ان کے دروازے پر دستک دی اور ایک تحریری نوٹس ظفرالملک کے ہاتھ میں پکڑا کر چلا گیا۔

نوٹس کے مطابق انہیں اس بناء پر فلیٹ پندرہ دن کے اندر اندر خالی کر دینا تھا کہ حسبِ وعدہ ان کے "بال بچے" چھ ماہ بعد بھی "وارد" نہیں ہوئے تھے۔

بال بچوں والی ہوائی بھی جیمسن ہی نے چھوڑی تھی۔ مالک مکان "کنواروں" کو کرایہ دار بنانے پر آمادہ نہیں تھا۔ اس پر جیمسن چھوٹتے ہی بولا تھا۔

"بال بچے دار ہیں جناب! تبادلے پر آئے ہیں۔ عنقریب بال بچے بھی آجائیں گے فکر مت کیجئے۔"

ظفرالملک نے اسی وقت اس غلط بیانی کی مخالفت کی تھی۔ لہٰذا اس نوٹس پر اصولاً اسے فلیٹ چھوڑ دینے پر مجبور ہو جانا پڑا۔

عمران نے بڑی فراخ دلی سے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر تم لوگ اپنے ساتھ چند مرغیاں، ایک طوطے کا پنجرہ اور ایک آدھ بلی بھی لاتے تو مجھے اور زیادہ خوشی ہوتی۔"

آج وہ دونوں حسبِ معمول مکان کی تلاش میں نکل گئے تھے اور عمران کے سر پر سلیمان مسلط تھا۔ بڑی دیر سے دماغ چاٹے جا رہا تھا کہ اچانک عمران اٹھ کر بھاگا اور باورچی خانے میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

"اس سے کیا ہوگا؟" سلیمان نے باہر سے ہانک لگائی۔

"میں اب یہیں قیام کروں گا۔ تجھ سے مغز چٹوانے سے زیادہ آسان تو یہی ہوگا کہ میں خود ہی پکا پکا کر تم سبھوں کو کھلاؤں۔!"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"تو اتنے آدمیوں کا کھانا نہیں پکا سکتا۔ اسی لئے تو بکواس کر رہا ہے۔"

"ہمیشہ غلط سمجھیں گے۔" سلیمان نے دروازے سے سر ٹکراتے ہوئے کہا۔

"ابے جا.... کسی اور کو چڑائیو.... دروازے پر ہاتھ مار رہا ہے۔"

"نہیں باس....!" دور سے جوزف کی آواز آئی.... "یہ سچ مچ سر ٹکرا رہا ہے.... دروازہ کھول دو.... ورنہ یہ اپنا سر توڑ ڈالے گا۔!"

عمران نے دروازہ کھولا.... جوزف کی دخل اندازی اسے غیر معمولی معلوم ہوئی تھی کیونکہ ایسے معاملات میں کبھی نہیں بولتا تھا۔

عمران کے برآمد ہوتے ہی سلیمان نے پھر کچھ کہنا چاہا تھا کہ جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا "بس.... بس.... باہر کوئی اجنبی ہے۔!"

"کون ہے....؟" عمران نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"ایک سفید سوریا۔" جوزف بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "کہیں سے تمہارے کسی دوست کا پیغام لائی ہے۔"

"اُسے نشست کے کمرے میں بٹھاؤ.... مسالہ پیس کر ہی مل سکوں گا۔!"

"آپ کیوں خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔" سلیمان بھنا کر بولا۔ "میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ جتنا آپ خرچ کے لئے دیتے ہیں اس سے کام نہیں چلے گا۔"

"میں نے سنا ہے کہ مہمان اپنی قسمت کا ساتھ لاتے ہیں۔"

"آپ ہی کی جیب سے نکلواتے ہیں۔ آپ نے غلط سنا ہے۔"

"اچھا.... اچھا.... بکواس بند.... میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

سلیمان کو وہیں چھوڑ کر ڈرائینگ روم میں آیا۔ لڑکی یوریشین معلوم ہوتی تھی تندرست اور خوش شکل تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ بیس سال رہی ہو گی.... عمران کو دیکھ کر اٹھ گئی تھی۔

"بیٹھئے.... بیٹھئے....!" عمران نے بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے علی عمران کہتے ہیں۔!"

"میں رینا فشر ہوں۔" اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

دونوں بیٹھ گئے۔ لیکن عمران کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دوسرے ہی لمحے میں اٹھ

کر بھاگ نکلے گا۔

"میں سردار گڑھ سے آئی ہوں۔!" رینا نے تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کے دوست مسٹر ڈینی ولسن کا پیغام لائی ہوں۔"

"ڈڈ.... ڈینی ولسن.... لیکن میں تو کسی ڈینی ولسن کو نہیں جانتا۔"

"تب پھر آپ مسٹر علی عمران نہ ہوں گے۔!" رینا نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہی میرا نام ہے۔"

"اور آپ ڈینی ولسن کو نہیں جانتے؟"

"ہو سکتا ہے.... جانتا ہی ہوں.... آہا ٹھیک.... وہ تو نہیں جس نے پچھلے سال اپنے کھیت میں تین تین سیر کے آلو اگائے تھے۔!"

"جی نہیں.... ان کا سرکس ہے۔!"

"اُف فوہ.... مجھے افسوس ہے.... ہاں وہ بھی ڈینی ولسن ہی ہے۔ ٹھیک ٹھاک ہے نا.... بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"وہ اس وقت سردار گڑھ میں پولیس کی حراست میں ہیں۔"

"کیوں؟" عمران نے احمقانہ انداز میں حیرت ظاہر کی۔

"زبانی بتانا میرے بس سے باہر ہے۔ سب کچھ لکھ لائی ہوں۔ مسٹر ولسن کا خیال ہے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی انہیں اس مشکل سے نجات نہیں دلا سکتا۔!"

عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا اور اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے تہہ کئے ہوئے کچھ کاغذات نکال کر اس کی طرف بڑھا دیئے۔

عمران نے جوزف کو آواز دے کر کافی کے لئے کہا اور ان کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

رینا خاموش بیٹھی اسے بغور دیکھے جا رہی تھی۔

کاغذات دیکھ چکنے کے بعد عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اول درجے کے احمق معلوم ہوتے ہیں۔!"

"کک.... کیا مطلب؟" رینا چونک پڑی اور اس کی آواز سن کر عمران بھی اسی طرح چونکا تھا جیسے اس کی موجودگی کو فراموش کر بیٹھا ہو۔

"کک.... کچھ نہیں.... مطلب یہ کہ آخر وہ لوگ آپ کو بھی کیوں نہ اٹھا لے گئے؟"

"مجھے وہ دیکھ ہی نہیں سکے تھے۔ میں چھپ گئی تھی۔" رینا جلدی سے بولی۔

"کیا وہ دونوں آپ سے زیادہ خوب صورت ہیں۔"

"کیا یہ بے تکا سوال نہیں ہے مسٹر۔!" وہ بُرا مان کر بولی۔

"مجھے حق حاصل ہے کہ آپ کو ان سے زیادہ خوب صورت سمجھوں.... مجھے کون اس سے باز رکھ سکتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھ سکتی۔"

"کیا نہیں سمجھ سکتیں؟"

"میں کہتی ہوں غیر متعلق باتیں چھیڑنے سے کیا فائدہ؟"

"اچھا تو یہی بتادو کہ وہ ڈینی جیسے خرانٹ کو کیوں نہ پکڑ لے گئے۔ تمہارے تحریری بیان کے مطابق ڈان فاگان بھی ایک جگہ سڑک پر بے ہوش پڑا مل گیا تھا....! آہا....اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ....!"

"وہ خود کو اسپینی کہتا تھا۔!"

"کہتا تھا.... کیا مطلب....؟"

"اب کچھ نہیں کہہ سکتا.... سب کچھ بھول گیا ہے حتیٰ کہ اپنا نام بھی نہیں بتا سکتا۔!"

"خیر.... ہو سکتا ہے یادداشت کھو بیٹھا ہو۔!"

"پولیس سرجن یہی کہتا ہے۔!"

"لیکن ڈینی زیرِ حراست کیوں ہے؟"

"پولیس اس کے بیان پر یقین کرنے کو تیار نہیں کیونکہ اس سے پہلے وہاں کوئی ایسا بندر نہیں دیکھا گیا تھا۔!"

"تم اس کے بیان کی تصدیق کر سکتی تھیں۔ سرکس کا ایک اور آدمی بھی عینی شاہد تھا....!"

"مسٹر ولسن نے پولیس کا رویہ دیکھ کر ہم دونوں کو اس معاملے سے قطعی الگ کر دیا تھا۔ سرے سے ہمارا ذکر ہی نہیں کیا۔!"

"تم یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہو کہ وہ لوگ ڈان فاگان کو بھی پکڑ لے گئے تھے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔!"

"اور پھر وہ روانگی کے مقام سے کتنے فاصلے پر ملا تھا۔!"

"میرا خیال ہے کہ ایک یا ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر۔!"

"کتنی دیر بعد ہوش میں آیا تھا۔"

"سات یا آٹھ گھنٹے بعد.. لیکن اس کے جسم پر کہیں کوئی معمولی سی خراش بھی نہیں تھی۔!"

"تب تو اچھا ہی ہوا کہ یادداشت کھو بیٹھا ورنہ خود پولیس ہی اسے یادداشت کھو بیٹھنے پر مجبور کر دیتی۔ تم دیکھ لینا ڈینی بھی پاگل ہو جائے گا۔!"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جناب؟" رینا پھر بُرا مان گئی۔

اتنے میں سلیمان کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا اور عمران نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ رینا اسے ناگواری سے دیکھے جا رہی تھی۔

"کافی بناؤ۔" عمران نے سلیمان سے کہا۔

"میں اپنے ہاتھ سے بنا کر پیتی ہوں۔!" رینا بولی۔

"جاؤ....!" عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا اور سلیمان سر کھجاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"مسٹر ولسن کے بیان سے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ان کے لئے جان تک دے دیں گے۔" رینا نے کپ میں شکر ڈالتے ہوئے کہا۔

"بے وقوف بوڑھا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

رینا جھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا ہینڈ بیگ سنبھالتی ہوئی بولی۔ "شائد میں غلط جگہ آ گئی ہوں۔"

"بالکل....! تمہارے لئے بھی صحیح جگہ جیل ہی تھی۔!"

"آپ کو قطعی حق نہیں پہنچتا کہ....!"

"بیٹھ جاؤ.... ورنہ میری کافی ضائع ہو جائے گی۔ ایسا کہاں کا لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہوں۔"

"پتا نہیں مسٹر ولسن نے مجھے یہاں کیوں بھیجا تھا۔!"

"شائد وہ چاہتا ہے کہ میں بھی دھاری دار بندر دیکھ لوں۔ تم تو دیکھ ہی چکی ہو۔!"

"مسٹر.... اب آپ اپنی زبان کو لگام دیجئے! میں واپس جا رہی ہوں۔"

"مجھے دھاری دار بندر نہیں دکھاؤ گی۔ ویسے قیام کہاں ہے تمہارا؟"

"سیدھی یہیں آئی ہوں لیکن اب ایک منٹ کے لئے بھی نہیں رُک سکتی۔ آپ بالکل احمق معلوم ہوتے ہیں۔!"

"معلوم نہیں ہوتا بلکہ پیدائشی احمق ہوں.... کافی پلیز....!"

وہ دھم سے بیٹھ گئی.... اور عمران کو کھاجانے والی نظروں سے گھورتی رہی۔

پھر عمران ہی نے کپ تیار کر کے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میرے چچا کے بہنوئی کا داماد سردار گڑھ کا مجسٹریٹ ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ ڈینی رہا کر دیا جائے۔!"

"یہ بھی غلط ہے۔!"

"کیوں؟"

"سردار گڑھ کا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ غیر شادی شدہ ہے۔!"

"تب تو اسے بھی کوئی دھاری دار بندر ہی لے جائے گا۔!"

"میں اپنا وقت برباد کر رہی ہوں۔!"

"ساتھ ہی میری کافی بھی برباد ہو رہی ہے آخر پیتی کیوں نہیں۔!"

"کاش وہ مجھے بھی پکڑ لے گئے ہوتے۔!"

"گڈ!" عمران چہک کر بولا۔ "اب ہوئی نا بات۔ کافی پیئو وہ بندر میرا چچازاد بھائی ہے فکر نہ کرو!"

"مسٹر علی عمران مجھے غصہ آتا ہے تو پاگل ہو جاتی ہوں۔!"

"کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔!"

رینا بے بسی سے بڑے بڑے گھونٹ لینے لگی۔

کچھ دیر بعد جب وہ کپ خالی کر کے میز پر رکھ چکی تھی۔ عمران نے پوچھا۔ "کیا تم سردار گڑھ ہی واپس جاؤ گی۔!"

"ہاں.... میں واپس جاؤں گی۔!"

"اچھا تو مسٹر ڈینی ولسن سے کہہ دینا کہ میں کسی ڈینی ولسن کو نہیں جانتا۔!"

"ہوں.... اچھا....!" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم کوئی فراڈ کر رہے ہو.... مسٹر ولسن تمہارے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔!"

اس بار عمران نے اسے نہیں روکا۔ وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔

تین دن بعد پولیس ہسپتال کے ڈاکٹر نے تجویز پیش کی کہ ڈان فاگان کو ڈینی ولسن کے سامنے لے جایا جائے۔

ڈینی حوالات میں تھا اور رینا اسے بتا رہی تھی کہ اس کا نام نہاد دوست کس طرح پیش آیا تھا۔

"ب.... بس...." ڈینی ہاتھ ہلا کر بولا۔"کام بن گیا مجھ جیسا کہن سال اور تجربہ کار آدمی بھی اُسے آج تک نہیں سمجھ سکا تو تم کیا سمجھو گی۔ اچھی لڑکی وہ اس زمین کی مخلوق تو معلوم ہی نہیں ہوتا۔!"

"صورت ہی سے اول درجے کا احمق معلوم ہوتا ہے۔"

"تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہ قائم کرو۔" ڈینی نے مسکرا کر کہا۔

ٹھیک اسی وقت ڈان فاگان وہاں لایا گیا جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھے جا رہا تھا.... ڈینی اور رینا پر اس نے بے تعلقانہ سی نظر ڈالی تھی اور پھر پولیس سرجن کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"کیا تم اس بوڑھے آدمی کو نہیں پہچانتے۔" سرجن نے اس سے پوچھا اور اس نے بڑی مایوسی سے اپنے سر کو منفی جنبش دی۔

"ذلیل آدمی۔" ڈینی آہستہ سے بڑبڑایا۔ اور رینا بھی پُر تنفر انداز میں اسے دیکھنے لگی۔!

دفعتاً ڈان فاگان کسی ایسی زبان میں بولنے لگا جو کسی کی بھی سمجھ میں نہ آسکی۔ پولیس سرجن نے ڈینی کی طرف دیکھا۔

"اول درجے کا فراڈ ہے۔!" ڈینی بڑبڑایا۔

"تم غلط کہتے ہو.... یہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔!" پولیس سرجن ناگواری سے بولا۔

علاقے کا ڈی ایس پی بھی موجود تھا۔ اس نے ڈینی کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ان سب باتوں کی جواب دہی تمہیں کرنی پڑے گی۔ بتاؤ وہ دونوں لڑکیاں کہاں گئیں اور یہ

اس حال کو کیسے پہنچا۔!"

"اگر میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں تو مجھ سے زیادہ احمق روئے زمین پر شائد کوئی دوسرا نہ ملے۔" ڈینی نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" ڈی ایس پی کی بھنویں تن گئیں۔

"اسے تمہارے پاس کون لایا تھا؟"

"کچھ لوگ بڑے دیدہ دلیر ہوتے ہیں۔ تم اسے بیہوشی کی حالت میں لائے تھے اور اس سے لاعلم تھے کہ ہوش میں آنے کے باوجود بھی یہ بیہوش ہی رہے گا۔ ورنہ تم اسے ٹھوکریں کھانے کے لئے کہیں اور چھوڑ آتے۔!"

"خیر اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا۔" ڈینی نے کہا۔ کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ ایک معمر اور پُروقار آدمی ڈی ایس پی کے قریب آ کھڑا ہوا۔

ڈی۔ ایس۔ پی اسے دیکھتے ہی چونک پڑا تھا۔

اس نے ڈی۔ ایس۔ پی سے کہا۔ "مسٹر ڈینی ولسن کی ضمانت پر رہائی کا پروانہ لایا ہوں۔"

"کس نے ضمانت دی ہے؟" ڈی ایس پی کا اندازِ گفتگو جارحانہ تھا۔

"میں نے....!" اجنبی نے خشک لہجے میں کہا اور کچھ کاغذات ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف بڑھا دیئے۔

اس طرح آن کی آن میں ڈینی کو حیرت انگیز طور پر رہائی نصیب ہوگئی.... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسی فرشتہ رحمت کو دیکھے جا رہا تھا۔ لاکھ ذہن پر زور دیتا رہا لیکن یاد نہ آسکا کہ پہلے اسے کہاں دیکھا تھا۔

پولیس اسٹیشن کے باہر نئے ماڈل کی لمبی سی ڈوج ڈارلٹ کھڑی تھی۔ باوردی شوفر نے ان کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ معمر اجنبی رینا اور ڈینی کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

"کیا میں اپنے محسن کا نام معلوم کر سکتا ہوں۔؟" ڈینی نے اسے مخاطب کر کے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا کارڈ نکال کر ڈینی کی طرف بڑھا دیا۔

"میں عینک کے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔" ڈینی نے کارڈ لے کر رینا کو دیتے ہوئے کہا۔ رینا نے

بہ آواز بلند پڑھا۔ "مسٹر اے ایچ ہاشمی بار ایٹ لاء.... تھر ٹین کورٹ روڈ سردار گڑھ۔!"

"لیکن.... لیکن....!" ڈینی نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن بیرسٹر ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے ایک ہمدرد نے جو اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا میری خدمات حاصل کی ہیں۔!"

"اوہ.... اوہ.... میں سمجھ گیا۔" ڈینی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

بیرسٹر نے ان دونوں کو سرکس کی کمپاؤنڈ میں اتارا تھا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

"تم نے دیکھا....؟" ڈینی نے رینا سے فخریہ لہجے میں کہا۔

"مم.... میں نہیں سمجھی۔!"

"مسٹر عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!"

"ارے وہ منحوس.... میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔!"

"دیکھ لینا....!"

"اگر وہی ہے تو چھپنے کی کیا ضرورت ہے.... سامنے کیوں نہیں آیا۔!"

"تم نہیں سمجھ سکتیں۔!"

"خیر.... مجھے کیا....!"

پھر ڈینی اپنے ملازمین میں گھر گیا تھا اور رینا سیدھی اپنی چھولداری کی طرف چلی گئی تھی۔

پہلے وہ عمران کے متعلق سوچتی رہی تھی پھر ذہن ڈان فاگان کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ کیا ڈینی کا خیال صحیح ہے کیا سچ مچ ڈان فاگان نے فراڈ کیا تھا کیا اب محض اداکاری کر رہا ہے لیکن کب تک.... اور پھر اداکاری بھی یادداشت ضائع ہو جانے کی.... کب تک معمول پر نہ آئے گا۔ کیوں نہ اس سے علیحدگی میں ملاقات کی جائے۔ لیکن وہ تو پولیس ہسپتال میں ہے اور پولیس سرجن اُسے ڈینی کی ملازمہ کی حیثیت سے جانتا ہے پھر اچانک نیلی اور کٹی یاد آئیں نہ جانے بیچاریاں کہاں ہوں گی۔ پتا نہیں ان پر کیا گزر رہی ہو گی۔ خدا غارت کرے ڈان فاگان اور منحوس بندر کو.... ڈان فاگان....!

اس کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئیں۔ اس نے تہیہ کیا کہ ڈان فاگان سے ضرور ملے گی۔

پھر ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ پولیس ہسپتال جا پہنچی تھی۔ اتفاق سے پولیس سرجن ہی

سے پہلے مڈ بھیڑ ہوئی۔ وہ اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"ہو سکتا ہے میں اس کی یادداشت واپس لا سکوں۔" ریتا بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر بولی۔

"میں نہیں سمجھا۔!"

"میں اس وقت موجود تھی جب اس نے نیلی اور کٹی کو بندر کے سلسلے میں سفر پر آمادہ کیا تھا۔"

"آپ نے پہلے اس قسم کا کوئی بیان کیوں نہیں دیا؟"

"خواہ مخواہ الجھنا نہیں چاہتی تھی۔ لیکن اب جب کہ مسٹر ڈینی ولسن مجرم گردانے جا رہے ہیں۔ میں کس طرح خاموش رہ سکتی ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے تو شاید آپ اس سلسلے میں کچھ مدد کر سکیں.... آیئے میرے ساتھ۔!"

وہ اسے اس کمرے میں لایا جہاں ڈان فاگان مضطربانہ انداز میں ٹہل رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر رکا اور ریتا کو گھورنے لگا۔

اس کے بعد کچھ غیر مانوس سے الفاظ اس کی زبان سے نکلے تھے۔

"کیا کہہ رہا ہے؟" ریتا نے سرجن سے پوچھا۔

"اسپینی کے علاوہ اور کچھ نہیں بول سکتا۔!"

"یہ قطعی غلط ہے انگریزی بھی روانی سے بولتا تھا ورنہ انہیں بندر کے بارے میں کیسے بتاتا۔ ہم سب اسپینی سے نابلد ہیں۔"

سرجن کسی سوچ میں پڑ گیا اور ریتا نے ڈان فاگان کو مخاطب کر کے انگریزی میں کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ تم مجھے نہیں پہچانتے۔ تم نے کئی دن ہم تینوں کے ساتھ گزارے تھے۔"

ڈان فاگان بالکل اسی طرح اسے دیکھتا رہا جیسے کچھ بھی نہ سمجھ سکا ہو۔!

"تمہارا یہ فراڈ کتنے دنوں چلے گا؟" ریتا پھر بولی۔

"ٹھہرو....!" سرجن ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ایک تجویز ہے۔ ہم ایک بار پھر تنکیز کی چڑھائی پر چلیں۔ اور تم بھی ہمارے ساتھ رہو۔!"

"میں تیار ہوں۔!" ریتا نے کہا۔

پولیس سرجن نے فون پر ڈی ایس پی سے رابطہ قائم کر کے اپنی تجویز اس کے سامنے بھی پیش کرتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ سچ ہے کہ اس قسم کا کوئی بندر وہاں موجود ہے اور عورت کی بوپا کر

سامنے آتا ہے تو اس کی بھی تصدیق ہو جائے گی کیونکہ سرکس ہی کی ایک لڑکی ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئی ہے۔!"

کچھ دیر بعد.... دو جیپوں میں پانچ مسلح کانسٹیبل ایک سب انسپکٹر پولیس سرجن، رینا اور ڈان فاگان تنکیز کی طرف روانہ ہو گئے۔

ڈان فاگان، سرجن اور رینا ایک ہی جیپ میں تھے راستے میں کئی بار ڈان فاگان اپینی میں کچھ بڑبڑایا تھا لیکن اس کے انداز سے ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ گرد و پیش کے ماحول سے قطعی بے خبر ہو۔

رینا نے اسی جگہ گاڑی رکوائی جہاں پہلے وقوعے سے قبل ڈینی کی اسٹیشن ویگن روکی گئی تھی۔

پیچھے والی جیپ بھی رُک گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور گاڑی کھڑی نظر آئی جس میں ایک ہپی بیٹھا کوئی موٹی سی کتاب پڑھ رہا تھا۔

وہ سب جیپوں سے اتر گئے۔

ہپی کتاب بند کر کے ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی جاندار تھیں پولیس انسپکٹر نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

دونوں جیپوں کے ڈرائیور ایک مسلح کانسٹیبل سمیت وہیں رُک گئے اور بقیہ لوگوں نے چڑھائی کا رخ کیا۔

پولیس انسپکٹر بار بار مڑ کر گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہپی کو گھورنے لگتا تھا جو اب پھر اپنی موٹی سی کتاب میں ڈوب گیا تھا۔

ڈان فاگان خاموشی سے راستہ طے کر رہا تھا اُس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی کہیں بھی تو اس کی آنکھوں میں شناسائی کی جھلک نہیں دکھائی دی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے پہلی بار ادھر آیا ہو۔

رینا سوچ رہی تھی کہ کہیں اس سے غلطی تو سرزد نہیں ہوئی۔ اگر آج پھر کوئی حادثہ پیش آیا تو ڈینی کو کیا جواب دے گی۔

کچھ دیر بعد وہ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں بندر دکھائی دیتا تھا۔ ڈان فاگان کو ایک طرف بٹھا دیا گیا۔ رینا مسلح کانسٹیبلوں کے نرغے میں تھی۔ پولیس سرجن ڈان فاگان کو بغور دیکھ رہا تھا۔

اچانک اسی وقت ٹھیک اُدھر ہی سے دو آدمیوں کے سر اُبھرے جدھر بندر نمودار ہوا تھا۔

"اوہو....!" ریناچونک پڑی پھر اس نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے ان میں سے ایک جانی پہچانی شخصیت تھی اور دوسرا بڑے بالوں والا ایک ہپی نوجوان تھا۔!

ریناکی حیرت بڑھتی رہی.... عمران یہاں کہاں؟

وہ دونوں پوری طرح سامنے آگئے۔ مسلح کانسٹیبلوں کے تیور بتا رہے تھے جیسے وہ اُن پر اچانک حملہ کر دینے کے حکم کے منتظر ہوں۔

دفعتاً ڈان فاگان پھر کچھ بڑبڑایا اور رینا نے دیکھا کہ عمران نے ہنس کر بالکل ویسی ہی زبان میں اسے مخاطب کیا بس پھر کیا تھا ڈان فاگان اچھل کر کھڑا ہو گیا اور دونوں کے درمیان زبانی ٹھن گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں ایک دوسرے کو پھاڑ کھائیں گے ہپی نوجوان کھڑا ہنس رہا تھا۔

پھر مسلح کانسٹیبلوں کی دخل اندازی نے انہیں ایک دوسرے سے فاصلے پر پہنچادیا تھا۔

"ہاں نہیں تو....!" عمران سر جھٹک کر بولا۔ "سالے نے خواہ مخواہ گالیاں دینی شروع کر دیں۔"

"کک.... کیا آپ اسپینی جانتے ہیں۔" پولیس سرجن نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"کیوں نہیں....!"

"اس نے کیا کہا تھا؟"

"بڑی گندی سی گالی دی تھی پھر میں نے بھی وہ سنائیں کہ عقل ٹھکانے آگئی ہوگی؟"

ڈان فاگان پھر بے تعلقانہ انداز میں بیٹھ گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دیر سے اس کی زبان ہی نہ کھلی ہو۔

"آپ کون ہیں؟"

"ارے واہ.... کیا میں آپ کو آدمی کی بجائے کچھ اور نظر آرہا ہوں۔"

"یہ بات نہیں!" سرجن نے نرم لہجے میں کہا "ہمیں توقع نہیں تھی کہ یہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہوگا۔ شاید نیچے آپ ہی لوگوں کی گاڑی کھڑی ہے۔!"

"ہم بھی بندر دیکھنے آئے تھے۔ اخباروں میں پڑھا تھا اس کے متعلق....!"

"کیا آپ سردار گڑھ ہی کے باشندے ہیں؟"

"جی نہیں سیزن گزارنے آئے ہیں۔!"

ریناار دو بول اور سمجھ سکتی تھی لیکن وہ خاموش ہی رہی۔ عمران سے متعلق ڈینی کا قول کرسی نشین ہوتا نظر آرہا تھا۔

"میرا نام سعید صدیقی ہے۔ پولیس ہسپتال کا ڈاکٹر ہوں۔!"

"میرا نام علی عمران ہے۔!"

دونوں نے مصافحہ کیا اور ڈاکٹر بولا۔ "ہمیں کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش تھی جو اسپینی جانتا ہو۔!"

"یہ آخر ہے کیا بلا؟" عمران نے ڈان فاگان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"آپ نے اخبارات میں اگر وہ کہانی پڑھی ہے تو ڈان فاگان کے بارے میں بھی جانتے ہوں گے....!"

"آہا.... تو یہ حضرت ہیں بھلا میں نے ان کا کیا بگاڑا تھا کہ مجھے گالیاں دینے لگے۔"

"یادداشت کھو بیٹھا ہے کبھی کبھی صرف اسپینی میں بڑبڑانے لگتا ہے۔!"

"آپ لوگوں کو بھی گالیاں دیتا ہوگا صورت ہی سے نانہجار معلوم ہوتا ہے۔"

"یہی تو بات ہے۔ دراصل اس کی زبان سے نکلے ہوئے ہر لفظ کا ریکارڈ رکھنا پڑے گا۔"

سب انسپکٹر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "پندرہ منٹ تو ہو گئے۔!"

عمران اس کی طرف متوجہ ہو گیا وہ بھی عمران ہی کو دیکھ رہا تھا۔

"کیوں جناب! کیا آپ کو ادھر آتے ہوئے خوف نہیں محسوس ہوتا تھا۔!" اس نے عمران سے پوچھا۔

"میرے ساتھ ظفرالملک ہیں۔!" عمران نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی ظفرالنساء نہیں کہ خوف محسوس ہوتا۔!"

"کیا بات ہوئی؟"

"آپ لوگ ان بیچاری خاتون کو یہاں کیوں لائے ہیں؟" عمران نے رینا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ کو مجھ سے کوئی سوال کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔!"

"بالکل پہنچتا ہے! میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اس اسپینی کو فضول سمجھ کر سڑک پر پھینک گئے تھے لیکن بے چاری لڑکیاں۔!"

"آپ اسے خوف زدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔!"

"اردو سمجھ لیتی ہے۔!" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

"جی ہاں.... اور وہ خود ہی آئی ہے۔!"

دفعتاً کسی نے چیخ کر کہا۔ "وہ رہا۔"

اور ٹھیک اسی وقت ایک دھماکہ ہوا.... افراتفری مچ گئی.... گہرا دھواں انہیں اپنے نرغے میں لے رہا تھا۔

عمران نے بائیں جانب والے نشیب میں چھلانگ لگائی تھی۔ بڑی تیزی سے لڑھکتا ہوا نیچے چلا گیا تھا پھر کمر کسی ٹھوس چیز سے ٹکرائی اور آنکھوں میں تارے ناچ گئے کوئی بڑا پتھر راہ میں حائل ہو گیا تھا ورنہ اضطراری چھلانگ اسے سینکڑوں فٹ گہری کھڈ میں لے جاتی۔ کمر میں ایسی ہی چوٹ آئی تھی کہ کئی منٹ تک اس کے جسم میں ہلکی سی جنبش بھی نہ ہو سکی۔

آنکھیں بند کئے دم بخود پڑا رہا۔ کرتا بھی کیا۔ فی الحال ذہن سے سب کچھ محو ہو گیا تھا ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کمر کی چوٹ نے سارے جسم کو سُن کر دیا ہو۔

کیا ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی؟ ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا اس خیال پر لیکن پھر فوراً خیال آیا ایسا نہیں ہو سکتا۔ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹتی تو وہ یہ سوچنے کے قابل نہ رہ جاتا کہ کہیں ریڑھ کی ہڈی تو نہیں ٹوٹ گئی۔

پھر وقت اور گذرا۔ اس کا ذہن آہستہ آہستہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور بخیر و عافیت اٹھ بھی بیٹھا البتہ کمر کی تکلیف بدستور قائم تھی۔

یہ ایسی جگہ تھی کہ یہاں سے سر پر پھیلے ہوئے نیلے آسمان کے علاوہ اور کچھ نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

جہاں سے لڑھکتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ اس ڈھلان پر قدم جما کر اوپر جانا قریب قریب ناممکن ہی معلوم ہوتا تھا پھر نیچے نظر ڈالی تو روح فنا ہو گئی اور وہ اس پتھر سے چمٹ گیا جس سے ٹکرا کر چوٹ کھائی تھی۔ وقت گذرتا رہا عمران کی نظریں چڑھائی کی طرف لگی رہیں پھر اسے اوپر کچھ لوگ دکھائی دیئے۔

وہ ہاتھ ہلا ہلا کر چیخنے لگا۔ ''ادھر.... ادھر.... میں اوپر نہیں پہنچ سکتا۔ یہ دیکھو.... جلدی کرو....!''

''تم وہاں کیسے پہنچے؟'' کسی نے اوپر سے پوچھا۔

''یار کمال کرتے ہو۔ ارے کچھ کرو.... ورنہ بالکل نیچے پہنچ جاؤں گا۔''

''اچھا.... اچھا.... پتھر کو مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ ہم کچھ کرتے ہیں۔''

پندرہ یا بیس منٹ بعد ایک رسہ پھینکا گیا اور پھر جب وہ اس رسے کے سہارے اوپر پہنچا تو سردی کے باوجود بھی پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔

کچھ دیر ہاتھ پیر ڈالے پڑا رہا۔ پھر اٹھنے کی کوشش کی اور گردوپیش کا جائزہ لینے کے بعد ان سے پوچھا۔ ''میرا ساتھی کہاں ہے؟''

''سب موجود ہیں.... اس کے علاوہ....!''

''وہ لل.... لڑکی۔''

''وہ بھی بچ گئی۔'' پولیس سرجن بولا۔ ''لیکن ابھی ہوش میں نہیں آئی۔''

''کہاں ہے؟''

''وہ ادھر.... اس پتلی سی دراڑ میں پڑی ہے۔''

''عمران آگے بڑھا.... دراڑ دو فٹ سے زیادہ چوڑی نہیں تھی لیکن طوالت کا اندازہ کر لینا دشوار ہی تھا کیونکہ آگے گہری تاریکی تھی۔

وہ پولیس والوں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''لڑکی چالاک معلوم ہوتی ہے۔!''

اس کے بعد اس نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا۔

''ارے.... ارے.... کیا ہوا جناب؟'' پولیس سرجن آگے بڑھ کر بولا۔

''ہائے.... میرا ساتھی....'' عمران کراہا۔ ''وہ جنگلی اسے لڑکی سمجھ کر لے گئے۔ سمجھاتا تھا دیکھ بھائی اگر تو نے سر کے بال بڑھائے ہیں تو ڈاڑھی بھی رکھ لے.... لیکن کون سنتا ہے.... ہائے.... آخر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ خدا کے لئے اپنے کسی سپاہی کو نیچے بھیج کر ڈاڑھی والے کو بلوا دیجئے۔''

''اچھا.... اچھا.... آپ خود کو سنبھالئے تو۔'' سرجن بولا۔ اتنے میں سب انسپکٹر جھپٹ کر

عمران کے قریب پہنچا اور اس کا بازو پکڑ کر کہنے لگا۔ "آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ کا تعلق انہی جنگلیوں سے نہیں ہے؟"

"اب تو ہو ہی گیا ہے تعلق۔!"

"کیا مطلب؟"

"جب تک میرا ساتھی نہ مل جائے مطلب خود میں بھی نہیں سمجھ سکتا۔"

"وہ شائد ہوش میں آ رہی ہے۔" سرجن نے کہا اور تیزی سے دراڑ میں داخل ہو گیا۔

"ادھر نہ دیکھئے.... میری بات کا جواب دیجئے۔" سب انسپکٹر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

"آپ کی بات نے لاجواب کر دیا ہے مجھے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ جنگلی کس طرف سے آئے تھے۔"

"آپ نے نہیں دیکھا تھا؟"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی جناب! ابھی ابھی آپ ہی نے مجھے اُس کھڈ سے نکالا ہے۔ دھماکہ ہوتے ہی تو میں اپنے حواس کھو بیٹھا تھا۔"

"بہر حال آپ لوگ شبہے سے بالاتر قرار نہیں دیئے جا سکتے۔"

"کبھی نہیں دیئے گئے۔ میری تو شکل ہی دیکھ کر لوگ شبہے میں پڑ جاتے ہیں۔"

سرجن رینا کو سہارا دیئے ہوئے دراڑ سے برآمد ہوا۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر عمران پر نظر ٹھہری۔ کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلے تھے لیکن آواز نہیں نکلی تھی۔

عمران دوسری طرف مڑ کر ایک کانسٹیبل سے بولا۔ "بھائی! ذرا نیچے جا کر اس ڈاڑھی والے کو بلا لاؤ۔"

"میری اجازت کے بغیر کوئی یہاں سے ہل بھی نہیں سکتا۔" سب انسپکٹر غرایا۔

"اچھا! تو وہ لوگ آپ کی اجازت ہی سے میرے ساتھی کو اٹھا لے گئے ہیں۔ اب سمجھا۔ لڑکی کو بچانے کے لئے میرے ساتھی کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔ واہ!"

"فضول باتوں میں کیا رکھا ہے!" سرجن رینا کو ایک طرف بٹھاتا ہوا بولا۔ "ہم وقت ضائع کر رہے ہیں کیوں نہ انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔"

"یہ ہوئی نا قاعدے کی بات!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اب بتائیے وہ کدھر سے آئے تھے؟"

بات دراصل یہ تھی کہ کسی کانسٹیبل نے بندر کو دیکھ کر نعرہ لگایا تھا.... پھر دھماکہ ہوا تھا اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔ کوئی دیکھ ہی نہیں سکا تھا کہ جنگلی کب اور کدھر سے آئے تھے۔

سرجن عمران کو اس کے بارے میں بتا ہی رہا تھا کہ جیمسن بھی آ پہنچا۔

عمران نے اُسے دیکھ کر اس طرح منہ بنا دیا جیسے رو ہی تو دے گا۔ پھر گلو گیر آواز میں بولا۔ "اے میرے دوست کے یار وفادار.... وہ نامراد جنگلی اُسے لڑکی سمجھ کر اٹھا لے گئے۔"

"کسے؟"

"ظفر کو....!"

"اور آپ لوگ؟" جیمسن نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"لیکن تم خود بخود کیسے چلے آئے؟"

"میں نے شاید دھماکا سنا تھا۔"

"افراسیاب نے گولا مارا تھا.... تم نے ٹھیک سنا تھا۔"

"ٹھیک سے بتائیے جناب.... ہز ہائی نس کہاں ہیں؟"

"یقین کر بھائی.... ان محترمہ کے دھوکے میں ظفر کو اٹھا لے گئے۔" عمران نے رینا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔!" وہ تنک کر کھڑی ہو گئی۔

"پھر کیا کہوں؟ آپ تو اس دراڑ میں جا لیٹی تھیں۔ میرا ساتھی پیچھے سے انہیں لڑکی ہی لگا ہو گا۔ اب آپ ہی بتائیے کہ وہ لوگ کدھر سے آئے تھے۔ آپ نے ضرور دیکھا ہو گا کیونکہ آپ کو دراڑ میں داخل ہو جانے کا ہوش تھا۔"

"ادھر سے....!" رینا نے داہنی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

جیمسن اس طرف بڑھا ہی تھا کہ سب انسپکٹر دھاڑا۔ "ٹھہرو! تم دونوں حراست میں ہو۔ تمہیں ہمارے ساتھ سردار گڑھ چلنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟" جیمسن عمران کی طرف مڑا۔

"یہ حضرات ہمیں ان جنگلیوں کے سرپرست سمجھ رہے ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟" جیمسن سب انسپکٹر کو گھورتا ہوا بولا۔ "میں! ہز ہائی نس نواب زادہ ظفر الملک کا سیکرٹری ہوں۔"

"اور کیا...." عمران سر ہلا کر بولا۔ "لیکن سیکرٹری صاحب.... ذرا آپ بھی اپنی یہ پھول دار جیکٹ اتار دیجئے.... پیچھے سے ڈاڑھی نہیں دکھائی دیتی۔!"

"یور مجسٹی.... آپ دیر کیوں کر رہے ہیں؟" جیمسن بھنا کر بولا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا...." عمران رینا کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ان کی جیکٹ اور پتلون دیکھو....!"

"میں کہہ رہا ہوں جناب....!"

"ٹھیک ہے.... ہمیں دیکھنا چاہئے۔" سرجن نے انسپکٹر سے کہا۔

سب انسپکٹر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر کانسٹیبلوں کو اشارہ کرتا ہوا اسی طرف بڑھا۔

اس طرف کی ڈھلان ناقابلِ عبور نہیں تھی۔

"کک.... کیا آپ بھی....؟" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"میں یہاں اکیلی تو نہیں ٹھہر سکتی۔" رینا نے کہا۔

وہ اس کے برابر ہی چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ظاہر نہ ہونے دینا کہ مجھے پہچانتی ہو۔!" عمران آہستہ سے بولا۔

"کب ظاہر ہونے دیا ہے۔ میں تمہیں غلط سمجھی تھی۔ مجھے معاف کر دو۔!"

"سب ٹھیک ہے۔"

جیمسن بڑے جوش میں سب سے آگے چل رہا تھا۔ دفعتاً ایک جگہ رک کر اس نے زمین سے کوئی چیز اٹھائی.... اور پھر وہ سب اس کے گرد اکٹھا ہو گئے۔

"یہ سرخ رنگ کا ایک ریشمی رومال تھا۔"

"ہز ہائی نس کا رومال۔" جیمسن عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

"رکھ لو یادگار کے طور پر۔" عمران نے کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

پھر وہ بائیں جانب جھپٹا تھا.... اس نے بھی کچھ اٹھایا.... یہ فاؤنٹین پن تھا۔

"راستہ بدل دینا چاہئے۔" اس نے سرجن سے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"شاید وہ پوری طرح بیہوش نہیں ہوا تھا۔ نشان دہی کرتا گیا ہے۔" عمران نے کہا اور بائیں جانب چل پڑا۔

سب سے پہلے سرجن نے اس کی تقلید کی تھی.... یہ راستہ دشوار گذار ثابت ہوا۔

ایک تنگ سے درے کے قریب ظفر الملک کا مفلر پڑا ملا۔ وہ پھر رک گئے۔ ڈان فاگان بھی ان کے ساتھ تھا۔ دفعتاً اس نے کچھ کہا اور عمران مڑ کر مسکرانے لگا۔

"کیا کہہ رہا ہے؟" پولیس سرجن نے کہا۔

"مفلر کی والدہ محترمہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ نانہجار نے۔"

"ارے تو کیا اسپینی میں بھی؟"

"جی ہاں۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "دنیا کی ہر زبان مادری ہی زبان کہلاتی ہے۔"

"آپ لوگ بے تکی باتیں کر رہے ہیں۔ کیا یہ باتوں کا وقت ہے۔" جیمسن جھلا کر بولا۔ اور اسی تنگ سے درے میں گھستا چلا گیا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو....!" پولیس انسپکٹر چیختا رہا۔ لیکن کون سنتا ہے۔ جیمسن ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

پھر عمران نے بھی آگے بڑھنا چاہا تھا لیکن انسپکٹر اس کا بازو پکڑتا ہوا بولا۔ "اپنے ساتھی کی رسید آجانے دیجئے پھر آپ بھی زحمت فرمایئے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہو سکتا ہے وہ اتنی دیر میں کسی غار میں گر کر اپنی ہڈیاں سرمہ کر چکا ہو۔"

"تو پھر؟"

"میں اپنی موجودگی میں کسی کو بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"اور یہ سب کچھ ہوتا ہی رہے گا؟"

"میں مجبور ہوں...جب تک کوئی ایسا آدمی ساتھ نہ ہو جو ان اطراف سے بخوبی واقف ہو۔"

"جتنی دیر میں آپ کوئی ایسا آدمی تلاش کریں گے۔ وہ جنگلی میرے ساتھیوں کو بھون کر کھا جائیں گے۔ اچھی بات ہے آپ جا کر کوئی ایسا آدمی تلاش کر لایئے میں یہیں بیٹھا ہوں۔"

عمران سچ مچ درے کے سامنے آلتھی پالتھی مار کر بیٹھ گیا۔ ٹھیک اسی وقت درے سے دوڑتے ہوئے بھاری قدموں کی آواز سنائی دی اور کوئی اچھل کر عمران پر آپڑا۔ یہ جیمسن تھا اور گرتے ہی بیہوش ہو گیا تھا۔

پھر ایک عقاب کسی طرف سے نمودار ہوا اس نے بیہوش جیمسن پر ہی جھپٹا مارا اور اس کی جیکٹ کو ادھیڑتا ہوا مخالف سمت میں بلند ہوتا چلا گیا۔ رینا ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگی تھی۔

"شائد ادھر ہی کہیں کوئی مادہ انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔" سب انسپکٹر عقاب کی پرواز پر نظر جماتے ہوئے بولا۔

"اور اب میں اسے لے کر بیٹھوں۔" عمران جیمسن کی طرف مکا ہلا کر کلکلایا۔

"شکر کیجئے کہ ان حضرت کی واپسی ہو گئی۔" سب انسپکٹر نے کہا۔

"ارے وہ پھر پلٹ رہا ہے۔" رینا چیخی۔

عمران نے سر اٹھا کر دیکھا۔ عقاب دوسرے جھپٹے کے لئے پلٹ چکا تھا۔

"فائر کرو۔"! اس نے چیخ کر کہا اور جیمسن پر چھا گیا۔ اس بار عقاب عمران کی پشت پر پنجے مارتا ہوا دوسری طرف نکل گیا تھا۔

رینا سب انسپکٹر سے الجھ پڑی۔ "آپ فائر کیوں نہیں کرتے؟"

"راؤنڈز کا حساب دینا پڑتا ہے۔ ہمارا اسلحہ چڑی ماری کے لئے نہیں۔"

"پھر وہ کیسے قابو میں آئے گا۔ ارے.... ارے.... پھر پلٹا۔"

اس مرتبہ عمران نے بڑی تیزی سے اپنا کوٹ اتارا تھا۔ اور پھر انہوں نے دیکھا کہ جیسے ہی عقاب نے جھپٹا مارنے کے لئے غوطہ کھایا۔ عمران کے کوٹ سے الجھ کر رہ گیا۔

کوٹ سمیت اسے دوسری طرف جھٹک کر عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔ ٹھیک اسی وقت ڈان فاگان دھاڑتا ہوا اس کی طرف دوڑا۔

"دیکھو.... دیکھو....!" عمران چیخا۔ "اب یہ مردود براہِ راست مجھے.... گالیاں دے رہا ہے.... اسے سنبھالو....!"

سب انسپکٹر کے اشارے پر دو کانسٹیبل ڈان فاگان سے چمٹ گئے تھے وہ رک تو گیا لیکن اس کی زبان بدستور چل رہی تھی۔

اسی دوران میں عمران بھی اٹھ کر اپنا کوٹ جھاڑنے لگا۔ عقاب کی گردن وہ پہلے توڑ چکا تھا۔

رینا جیمسن کے قریب جا بیٹھی تھی اور اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں شروع کر دی تھیں۔ پھر ڈاکٹر بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟" سب انسپکٹر نے عمران سے پوچھا۔

"گالیاں.... صرف گالیاں جیسے یہ عقاب اس کا کوئی ننھیالی رشتہ دار رہا ہو.... اور سنو.... وہ اب بوڑھی عورتوں کی طرح قرب قیامت کی دھمکی بھی دے رہا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب.... لیکن آپ کیا چیز ہیں۔"

"ناچیز....!" عمران کہتا ہوا پھر جیمسن کے قریب پہنچ گیا اور جھک کر اس کا داہنا بازو ٹٹولنے لگا کیونکہ آستینیں خون سے بھیگی ہوئی تھیں۔

بدقت تمام جیکٹ اتاری جا سکی۔ اس کا بازو زخمی تھا اور آستین میں دو سوراخ نظر آئے۔

"گولی.... یہ زخم گولی کا ہے۔" سرجن نے پُر تحیر لہجے میں کہا۔

"ہڈی تو محفوظ ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"یہی غنیمت ہے۔" سرجن سر ہلا کر بولا۔

"اسی لئے میں روک رہا تھا۔" سب انسپکٹر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ "پتا نہیں کیا چکر ہے۔"

ٹھیک اسی وقت عمران نے جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ محسوس کیا.... اس وقت یہاں سے ہٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ سب انسپکٹر سر پر سوار تھا.... لہٰذا ٹرانس میٹر نکالنا ہی پڑا۔

کہیں سے کوئی بھرائی ہوئی آواز میں پکار رہا تھا۔ "ہیلو.... ہیلو.... عمران صاحب....!"

"ہیلو.... عمران.... ہواز دیٹ۔"

"ظفرالملک...." دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہائیں.... تم کہاں ہو؟"

"سڑک کے کنارے پڑا ہوں.... لیکن کہاں.... یہ نہیں بتا سکتا۔"

"جس راستے سے ہم آئے تھے۔ اسی پر تو نہیں۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔"

"اور کون ہے تمہارے پاس....!"

"کوئی بھی نہیں.... دور دور تک کوئی نہیں دکھائی دیتا۔"

"تم وہاں پہنچے کس طرح؟"

"کچھ پتا نہیں.... دھماکے کے بعد سے کچھ بھی یاد نہیں۔"

"اچھی بات ہے.... جہاں ہو وہیں ٹھہرو.... میرا خیال ہے تمہارا حشر بھی ڈان فاگان ہی کا سا ہوا ہے۔ ہم سردار گڑھ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔"

"بہت بہتر۔"

عمران ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر کے اُسے جیب میں ڈالنے ہی والا تھا کہ سب انسپکٹر نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"بہت قیمتی ہے۔ ہر گز نہ دوں گا۔" عمران بولا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ آپ کے پاس پرمٹ ہے اور آپ کس سے گفتگو کر رہے تھے؟"

"میں اپنے اس ساتھی سے گفتگو کر رہا تھا جو رائفلوں کے درمیان بھی ان وحشیوں سے محفوظ نہ رہ سکا تھا۔ وہ اس وقت کسی سڑک کے کنارے پڑا ہوا ہے۔"

"میں پوچھ رہا ہوں پرمٹ۔"

"آپ جھک مار رہے ہیں۔" رینا آگے بڑھ کر بولی۔ نہ جانے کیوں اُسے غصہ آ گیا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ نے اب تک کیا کیا ہے۔؟"

"یہ میں جانتا ہوں کہ مجھے کب کیا کرنا چاہئے؟"

بات بڑھ جاتی لیکن سرجن آڑے آیا.... وہ زخمی جیمسن کے لئے فوری طور پر طبی امداد فراہم کرنا چاہتا تھا۔

اُسے وہاں سے اٹھا کر سڑک تک لے جانے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی۔

گاڑیاں سردار گڑھ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ عمران اپنی جیپ ڈرائیو کر رہا تھا پچھلی سیٹ پر جیمسن کسی نہ کسی طرح لٹا دیا گیا تھا۔ اور اب سب انسپکٹر عمران کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

"آپ میرے ہیڈ کوارٹر چلیں گے۔" اس نے عمران سے کہا۔

"پہلے ہسپتال.... آپ بھول رہے ہیں۔ ویسے آپ کب بھرتی ہوئے تھے جناب؟"

"بھرتی نہیں ہوا تھا۔ ٹریننگ کالج سے آیا ہوں۔"

"اوہ اچھا.... بھلا بتایئے تو.... مونگ کی کھچڑی کا کیا فارمولا ہے۔"

"آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"میرا ایک انسپکٹر دوست مونگ کی کھچڑی پر اتھارٹی ہے۔"

"خیر دیکھوں گا۔" سب انسپکٹر سر ہلا کر بولا۔

اچانک گاڑیاں رک گئیں.... ظفر الملک مل گیا تھا۔ اس کے کپڑے تار تار تھے.... اور وہ بمشکل کھڑا ہو سکتا تھا۔

وہ سب گاڑیوں سے اتر پڑے۔ ظفر الملک کو سہارا دے کر ایک گاڑی میں بٹھایا گیا۔ رینا عمران کے قریب کھڑی تھی اس نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک اسی جگہ ڈان فاگان بھی پڑا ملا تھا۔ اور ہاں ان لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ میں بھی اس حادثے کے وقت وہاں موجود تھی۔!"

"فکر نہ کرو.... سب دیکھ لیا جائے گا۔"

سب انسپکٹر نے انہیں گفتگو کرتے دیکھ کر ان کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

"یار تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو۔ میں اب تمہیں اپنی گاڑی میں نہیں بیٹھنے دوں گا۔ یہ بیٹھیں گی میرے ساتھ... پولیس والوں میں اتنی دیر تک بیٹھنے سے میری گرامر کمزور ہو گئی ہے۔"

رینا پہلے ہی اچھل کر اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ سب انسپکٹر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "نہیں.... اسی گاڑی میں جایئے۔"

"میں تو نہیں جاتی۔"

"آپ ہوش میں ہیں یا نہیں!" سب انسپکٹر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"سنو دوست! عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے پیار سے بولا۔ "عورتوں سے اس لہجے میں گفتگو نہیں کیا کرتے۔ تمہارا ایس پی بڑا حسن پرست آدمی ہے۔ اگر شکایت کر دی گئی تو اسے بڑا دکھ ہوگا۔ سردار گڑھ پہنچ کر میں تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گا۔ بس جاؤ.... اپنی کسی گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔ میرا ساتھی تمہاری ہی گاڑی میں ہے۔ میں اسے چھوڑ کر کہیں بھاگ نہیں سکتا۔"

"اچھی بات ہے سردار گڑھ پہنچ کر دیکھا جائے گا۔" سب انسپکٹر نے غصیلے لہجے میں کہا اور اگلی گاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔

گاڑیاں پھر چل پڑی تھیں۔ ریتا مڑ کر جیمسن کو پُر تشویش نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔"پتا نہیں بیچارے پر اس درے میں کیا گذری.... مگر ہم نے شاید فائر کی کوئی آواز نہیں سنی تھی۔"

"قطعی نہیں....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"میں آپ سے شرمندہ ہوں مسٹر عمران۔"

"کوئی بات نہیں.... میرے سلسلے میں عورتوں کو عموماً شرمندگی ہی اٹھانی پڑتی ہے۔"

"مسٹر ولسن بڑے پیار سے آپ کے قصے سناتے ہیں۔!"

"بوڑھا سنک گیا ہے۔ اللہ اس پر رحم کرے۔!"

"ان کے سلسلے میں ڈی ایس پی کو منہ کی کھانی پڑی۔ وہ چاہتا تھا کہ ضمانت نہ ہو سکے۔"

عمران کچھ نہ بولا.... گاڑیاں سردار گڑھ کی طرف بڑھتی رہیں۔

شام ہو گئی.... لیکن ریتا کا سراغ نہ مل سکا۔ ڈینی بے حد پریشان تھا.... وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ پولیس والوں کے چکر میں پڑ گئی ہو گی۔ ورنہ پولیس اسٹیشن سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر اندھیرا پھیلنے لگا.... سرکس کا شو بھی شروع ہو چکا تھا۔ اس نے منیجر کو طلب کر کے کہا۔"میری دشواریوں میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ کیا کروں۔ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میں تو پہلے ہی سے لڑکیوں کا مخالف ہوں.... باس۔"

"تم گدھے ہو.... آخر وہ کہاں غائب ہو گئی؟"

"رپورٹ درج کرادوں گمشدگی کی۔"

"اس بار پھانسی ہی ہو جائے گی۔"

ڈینی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ریتا بوکھلائی ہوئی اندر داخل ہوئی اور قبل اس کے کہ ڈینی باز پرس کرتا اپنا کارنامہ بیان کر چلی۔

ڈینی غصیلے انداز میں سنتا رہا اور پھر اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔"اس بار وہ تمہیں پکڑ ہی لے جاتے تو بہتر ہوتا۔"

"کیوں....؟"

"میں شبہے سے بالاتر ہو جاتا۔"

"اتنی خود غرضی....؟"

"آخر تم مجھ سے پوچھے بغیر گئی کیوں تھیں؟" ڈینی دہاڑا۔

"آپ کبھی اجازت نہ دیتے.... اور مسٹر ولسن! وہ آپ کا دوست علی عمران تو واقعی ایک سمجھ میں نہ آنے والا آدمی معلوم ہوتا ہے.... ایس پی اسے دیکھ کو بوکھلا گیا تھا اور پھر جو اس نے سب انسپکٹر کو ڈانٹ پلائی ہے تو بس مزہ آ گیا تھا۔"

"کہاں ہیں ماسٹر عمران؟" ڈینی نے کسی قدر نرم ہوتے ہوئے پوچھا۔

"پولیس ہسپتال چلے گئے۔ ان کے دونوں ساتھی وہیں تو ہیں۔ شو میں اپنا کام ختم کرنے کے بعد میں بھی وہیں جاؤں گی۔!"

"کیوں؟"

"انہوں نے بلایا ہے۔"

"اچھا.... اچھا.... اب جا کر شو کے لئے تیاری کرو۔"

رینا چلی گئی.... اور ڈینی مسکرا کر اپنے منیجر سے بولا۔ "ماسٹر عمران کی عجیب شخصیت ہے۔!"

"میں جانتا ہوں!" منیجر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں! تمہارا لہجہ خراب کیوں ہے؟"

"مجھے وہ لڑکی یاد ہے.... جو برسوں اس کے لئے روتی رہی تھی!"

"اوہ.... ہاں۔!" ڈینی کا لہجہ بھی مغموم ہو گیا۔ "لیکن اس میں ماسٹر عمران کا کوئی قصور نہیں تھا.... وہ خواہ مخواہ ان کے لئے پاگل ہو گئی تھی... یقین کرو وہ عورتوں کو منہ نہیں لگاتے۔"

"ایسے لوگوں کو کیا کہا جائے.... یا تو وہ آدمی ہی نہیں ہوتے.... یا اول درجے کے مکار.... وہ چاہتے ہیں کہ عورتیں ان کے پیچھے دوڑتی پھریں۔"

"نفسیات نہ پڑھاؤ مجھے.... دفع ہو جاؤ...."

منیجر چلا گیا.... اور ڈینی نے بوتل اٹھائی۔ گلاس لبریز ہی کر رہا تھا کہ کوئی بغیر اجازت پردہ ہٹا کر خیمے میں داخل ہوا۔

"ہائیں۔!" ڈینی اچھل کر کھڑا ہو گیا.... تم ڈان فاگان.... تت.... تم یہاں کیسے؟"
لیکن وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا.... کچھ بولا نہیں۔
"کیا تمہاری یادداشت واپس آگئی ہے؟" ڈینی نے تلخ لہجے میں سوال کیا لیکن پھر کوئی جواب نہ ملا۔

"جب تم اپنی یادداشت ہی کھو بیٹھے ہو.... تو تمہاری موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"
دفعتاً ڈان فاگان کی پشت سے آواز آئی۔ "یہ خود نہیں آیا۔ لایا گیا ہے۔" اور پھر عمران سامنے آگیا۔

"اوہ.... گریٹ مین....!" ڈینی اس سے بغل گیر ہونے کے لئے جھپٹا۔
"ٹھیک ہے.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔" عمران اس کی پیٹھ تھپکتا ہوا بولا۔ "میں اسے یہاں اس لئے لایا ہوں کہ اس کی یادداشت واپس لاؤں۔ اسے جتنی پلا سکتے ہو پلاؤ۔"
پھر اس نے ڈان فاگان کی طرف مڑ کر اسپینی میں کچھ کہا تھا اور وہ بڑی سعادت مندی سے ایک اسٹول پر بیٹھ گیا تھا۔

اس کے بعد عمران آہستہ آہستہ ڈینی سے کچھ کہتا رہا تھا۔ ڈینی ان دونوں کو خیمے میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔

عمران وہ گلاس اٹھا کر جو ڈینی نے اپنے لئے تیار کیا تھا۔ ڈان فاگان کی طرف بڑھاتا ہوا کچھ بولا۔ کسی ندیدے کی طرح ڈان فاگان نے گلاس پر قبضہ کیا تھا اور اسے ختم کئے بغیر کسی اور طرف نظر تک نہیں اٹھائی تھی۔

دوسرے گلاس کا بھی یہی حشر ہوا تھا۔ عمران تیسرے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ ڈینی دروازے میں دکھائی دیا۔ عمران کی طرف دیکھ کر اس نے اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی اور مسکراتا ہوا پلٹ گیا تھا۔ تیسرے گلاس کے بعد اس نے ڈان فاگان کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خیمے سے باہر آگیا۔

سامنے ہی پولیس کی جیپ کھڑی تھی۔ ڈرائیور نے ان کے لئے دروازہ کھولا۔
ڈان فاگان اور عمران پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے جیپ چل پڑی۔ اب جو ٹھنڈی ہوا لگی تو ڈان فاگان کی زبان بھی چل پڑی۔ پتا نہیں کس قسم کی بکواس تھی جس کے جواب میں عمران بھی چہکنے

لگا تھا۔

کچھ دیر گاڑی مختلف سڑکوں پر چکراتی رہی۔ پھر ایس پی کے بنگلے پر جا رکی.... ڈان فاگان کو ایک کمرے میں پہنچایا گیا۔ اس وقت کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ عمران اسے وہیں بٹھا کر خود باہر نکلا اور دروازے کو باہر سے مقفل کر دیا۔

راہداری میں ایس پی موجود تھا۔

"کہیئے.... کیا رہی....؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کے ڈاکٹر صاحب تشریف لائے یا نہیں؟" عمران نے سوال کیا۔

"ہاں.... وہ ڈرائنگ روم میں موجود ہیں۔!"

"یہیں بلا لیجئے! میں چاہتا ہوں کہ ان کی موجودگی ہی میں اس کی یادداشت واپس آئے۔!"

ایس پی چلا گیا۔

واپسی پر پولیس سرجن کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ تھے۔ ڈینی ان میں شامل تھا۔ عمران کے اشارے پر وہ برابر والے کمرے میں چلا گیا اور بقیہ اس کمرے کے دروازے پر کھڑے رہے جس میں ڈان فاگان کو عمران نے چھوڑا تھا۔

اچانک اندر سے گھونگھروؤں کی جھنکار سنائی دی جیسے کوئی رقص کر رہا ہو۔ پھر انہوں نے ڈان فاگان کی چیخ سنی.... وہ دروازہ پیٹ پیٹ کر کچھ کہہ رہا تھا پھر یک بیک اسپینی سے انگریزی پر اتر آیا۔

"دروازہ کھولو.... بچاؤ.... مجھے بچاؤ....!"

"دیکھا....!" عمران پولیس سرجن کو آنکھ مار کر بولا۔ "اس طریق علاج کو گھپلا لو جیکل ٹریٹ منٹ کہتے ہیں۔"

ڈان فاگان بدستور دروازہ پیٹ پیٹ کر چیخے جا رہا تھا.... مجھے بچاؤ.... ورنہ یہ مار ڈالے گا.... ارے درندو.... خدا کے لئے دروازہ کھولو....!"

عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور ڈان فاگان اچھل کر اُن لوگوں پر آپڑا.... سنبھال لیا گیا ورنہ منہ کے بل ہی گرا ہوتا۔

کمرے میں ایک ریچھ پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ٹھمک ٹھمک کر ناچے جا رہا تھا۔

ڈرے ڈرے سے قہقہے فضا میں گونجے....!

ڈان فاگان بری طرح ہانپ رہا تھا۔ عمران نے پولیس سرجن سے کہا۔

”بس اب آپ لے جائیے اسے اور بیان لیجئے لیکن خیال رہے کہ کہیں دوبارہ بے ہوش نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو لاطینی بولتا ہوا ہوش میں آئے گا۔ اور لاطینی کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔“

ریچھ جہاں تھا وہیں ناچتا رہا۔ آگے نہیں بڑھا تھا۔ عمران نے ڈینی کو آواز دے کر کہا

”اب میری طرف سے ریچھ کو انعام دے دو۔“

پھر انہوں نے دیکھا کہ ڈینی نے اسی کمرے کے ایک دروازے سے برآمد ہو کر ریچھ کے اگلے پنجوں میں بیئر کی ایک بوتل تھما دی۔

”ارے.... تو یہ بیئر پیتا ہے....!“ کسی نے حیرت سے کہا۔

”ریچھوں کا ڈاکٹر ہے۔“ عمران بولا۔

سرجن ڈان فاگان کا بازو پکڑے ہوئے وہاں سے چلا گیا.... شاید عمران کی بے تکلفی اسے گراں گذری تھی۔ دوسرے لوگ ریچھ کو بیئر پیتے دیکھتے رہے۔ بوتل خالی ہو گئی۔

عمران نے ڈینی سے کہا۔ ”اب اسے یہاں سے لے جاؤ.... ورنہ یہ مشاعرہ برپا کر دے گا۔“

اس کے بعد ایس پی عمران کو ڈرائینگ روم میں لایا۔ سرجن ڈان فاگان سمیت وہاں سے جا چکا تھا۔

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس کی خود فراموشی قطعی ڈھونگ تھی۔!“ ایس پی بولا۔

عمران خاموشی سے چیونگم کچلتا رہا۔ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا لیکن چہرے پر حماقتوں کے بادل بدستور چھائے ہوئے تھے۔

ڈان فاگان نے اعتراف کر لیا تھا کہ اس نے مصلحتاً یادداشت کھو بیٹھنے کی اداکاری شروع کر دی تھی۔ حالات کے مطابق پولیس اس پر ضرور شبہ کرتی۔ اور وہ بڑی دشواری میں پڑ جاتا بھلا کس طرح ثابت کر سکتا کہ وہ لڑکیوں کے اغوا کی سازش میں شریک نہیں تھا۔

جیمسن ہوش میں آنے کے باوجود بھی نہ بتا سکا کہ اس کے بازو میں گولی کیسے لگی تھی۔ یا کس

نے فائر کیا تھا....؟

"درہ آگے جا کر بالکل تاریک ہو گیا تھا۔" اس نے عمران کو بتایا۔ "ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ میں پلٹ آنے کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ بازو کو کوئی چیز چھید گئی۔ پھر پتا نہیں کس طرح میں وہاں تک پہنچا تھا۔!"

رات کے دس بجے تھے.... رینا بھی اسی کمرے میں موجود تھی۔ ظفرالملک کو خواب آور دوا دی گئی تھی لیکن جیمسن جاگ رہا تھا۔ بازو میں شدید تکلیف کے باوجود اس نے خواب آور دوا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

"تم دوسری عورتوں کی طرح ڈرپوک نہیں معلوم ہوتیں۔!" عمران نے رینا سے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!" وہ اکڑ کر مسکرائی۔!

"اس مہم پر چلو گی میرے ساتھ؟"

"اس کا انحصار مسٹر ولسن پر ہے۔!"

"اُسے میں دیکھ لوں گا۔"

"بس پھر مجھے بھی انکار نہیں۔!"

"مجھے آپ سے اختلاف ہے یور مجسٹی۔" جیمسن بولا۔ وہ عمران کو اسی طرح مخاطب کرتا تھا۔

"اس مسئلے پر پھر بات کریں گے۔" عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اتنے میں پولیس سرجن آ گیا۔ اس نے عمران سے کہا۔ "اگر انہیں آرام ہی کرنے دیا جائے تو بہتر ہے۔"

"ضرور.... ضرور....!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔

سرجن انہیں اپنے کمرے میں لایا تھا۔ بیٹھتے ہی ڈان فاگان کا ذکر چھیڑ گیا۔

"پولیس کا مطلب ہے ہوّا...." عمران سر ہلا کر بولا۔ "غیر ملکی بھی کچھ دن یہاں رہ کر ہماری پولیس کے طریق کار سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اس بیچارے نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ یادداشت کھو بیٹھے۔ کیوں نہ پولیس کا نام بدل دیا جائے۔ جیسے وکٹوریہ روڈ کا نام بدل کر شارع نورجہاں کر دیا گیا ہے.... پولیس کا نام "دل ربا" رکھ دیا جائے.... یونی فارم بدل دیا جائے.... چوڑی دار پائجامہ۔ اچکن اور اور دو پلی ٹوپی.... جتنا بڑا افسر ہو اتنا ہی زور دار سرمہ لگائے.... پھر

دیکھئے کیا مزہ آتا ہے.... عوام پولیس کو کاندھے پر اٹھائے اٹھائے پھریں گے۔ آپ خود سوچئے۔ آپ پولیس سرجن کی بجائے دُلربا سرجن کہلائیں گے.... ہائے ہائے....!"

سرجن ہنس رہا تھا عمران کے خاموش ہوتے ہی بولا۔ "یقین کیجئے اگر آپ سے ملاقات نہ ہوتی تو میں اپنی زندگی میں کسی نہ کسی قسم کی کمی ضرور محسوس کرتا۔!"

"کرتے نا....؟ اب ڈان فاگان کو میرے حوالے کر دیجئے.... سب دیکھ لوں گا۔"

"کیس میں ملوث ہے.... اس لئے شائد ضمانت کے بغیر ایسا نہ ہو سکے۔"

"خیر اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔"

رینا اردو سمجھ سکتی تھی۔ اس لئے وہ بھی اس دوران میں ہنستی ہی رہی تھی۔ پھر وہ اٹھ گئے۔

"آپ کا قیام کہاں ہے؟" رینا نے ہسپتال سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دونوں اسپتال پہنچ گئے اور میرا کوئی ٹھکانا نہیں۔" عمران گلوگیر آواز میں بولا۔

"کیا مطلب؟"

"یہاں پہنچتے ہی کام شروع کر دیا تھا۔ قیام کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔"

"تو پھر ہمارے ساتھ رہئے....!"

"یعنی ڈینی اور اس کے ریچھوں کے ساتھ.... خدا پناہ میں رکھے۔"

"مسٹر ولسن آپ کی اتنی تعریفیں کرتے ہیں۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ جیپ کی اگلی نشست کا دروازہ کھول کر اس نے رینا سے بیٹھنے کو کہا تھا اور خود اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

جیپ حرکت میں آئی اور تاریکی کا سینہ چیرتی آگے بڑھتی رہی۔

"کیا خیال ہے اگر ہم اس وقت اس جگہ چلیں جہاں ڈان فاگان اور میرا ساتھی پائے گئے تھے۔"

"مم.... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!"

"شاید تم ڈر رہی ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ مسٹر ولسن کو معلوم ہے کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس لئے اس طرف سے بھی کوئی تشویش نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے.... بھیڑ بھاڑ سے کھیل بگڑ جاتا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آج پولیس پارٹی

بھی اُدھر ہی جانے والی ہے تو ہرگز نہ جاتا۔“

”وہ عقاب میرے ذہن میں بری طرح کھٹک رہا ہے۔ اس گولی سے بھی زیادہ جو مسٹر جیمسن کے بازو میں لگی تھی۔“

”ذہین بھی ہو.... کسی نے بھی اس کے بعد سے عقاب کا ذکر نہیں کیا۔“

”ہاں میں زیادہ تر اسی کے بارے میں سوچتی رہی ہوں۔“

گاڑی اب تنکیز کی چڑھائی کی طرف جا رہی تھی۔ سڑک بالکل سنسان تھی۔ ان اطراف میں سورج غروب ہو جانے کے بعد ٹریفک کا سلسلہ ختم ہو جاتا تھا۔

عمران نے ٹھیک اسی جگہ گاڑی روکی جہاں ظفر الملک پڑا ملا تھا۔ گاڑی سڑک سے ہٹا کر کھڑی کی گئی تھی۔ ہیڈ لائٹس بند کر دینے کے بعد پھر چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

”اتر آؤ.... فکر نہ کرو.... تم مجھے بھی اپنی ہی طرح لڑکی پاؤ گی۔“

”اب آپ مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ رینا ہنس پڑی۔

عمران ٹارچ کی روشنی میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ سڑک کے دونوں جانب اونچی اونچی اور ناقابلِ عبور چٹانیں تھیں۔

”یہاں آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟“

”وہ راستہ جدھر سے وہ میرے ساتھی کو سڑک پر ڈال گئے تھے۔“

رینا نے ابتدا میں بڑی تیزی دکھائی تھی لیکن اب رہ رہ کر چاروں طرف پھیلے ہوئے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگی تھی۔ عمران ٹارچ کی روشنی میں بائیں جانب والی چٹانوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ پھر رینا کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ اور گاڑی سردار گڑھ کی طرف موڑ دی گئی۔

”کیا آپ نے وہ راستہ تلاش کر لیا۔“ رینا نے پوچھا۔

”دن میں دیکھیں گے۔“

”کمال کر دیا.... آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے بازار میں کچھ خریدنے گئے تھے نہیں ملا تو کل دیکھا جائے گا۔“

عمران نے خواہ مخواہ قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”اس وقت میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم کتنی

باہمت ہو۔!"

"کیا بات ہوئی....؟"

"مجھے یقین ہے کہ تمہاری مدد کے بغیر یہ مہم سر نہیں ہو سکے گی۔"

"یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"آجائے گی.... آجائے گی....!ابھی سے فکر میں کیوں پڑ گئیں۔!"

دوسرے دن ظفرالملک نے بستر چھوڑ دیا تھا۔ جیمسن کے بازو کی تکلیف بڑھ گئی تھی اور اُسے بے حد افسوس تھا اس طرح لیٹ جانے پر۔

اس درے کے سامنے مسلح پولیس نے پڑاؤ ڈال دیا تھا جس میں جیمسن زخمی ہوا تھا لیکن اس کے اندر داخل ہونے کی کوشش دوبارہ نہیں کی گئی تھی۔

ادھر عمران نے اپنی مہم کے لئے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ ایک چھوٹا سا خیمہ جس میں کم از کم تین آدمی رہ سکیں۔ گاڑی پر بار کر دیا گیا تھا۔ خورد نوش کا سامان بھی ساتھ تھا۔

ڈیِنی خاموشی سے سب کچھ دیکھے جا رہا تھا۔ آخر عمران کا بازو پکڑ کر دوسروں سے الگ لے گیا۔

"کیا بات ہے؟" عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم دو آدمی اس لڑکی کی حفاظت کر سکو گے؟"

"ارے لڑکی کی حفاظت کے لئے ایک ہی کافی ہوتا ہے تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"پھر بھی میں نہیں سمجھ سکا کہ اس مہم میں لڑکی کیوں ضروری ہے۔"

"کاش وہ لوگ تمہیں بھی اٹھا لے گئے ہوتے۔" عمران پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ماسٹر عمران! اب میں بہت بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں۔ بات جلدی سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اچھا تو سنو.... وہ بندر صرف عورت کی بو پر آتا ہے۔ اور وہی ان وحشیوں کا لیڈر ہے۔ جدھر لے جاتا ہے۔ جاتے ہیں۔"

"ارے تو تم اس بے چاری کو چارہ بناؤ گے۔"

"اچھا تو کوئی ایسی تلاش کرو جو بے چاری نہ ہو۔ وہ اپنی خوشی سے جا رہی ہے میں نے مجبور تو نہیں کیا۔"

"اچھی بات ہے۔"

"تم چلنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ ضمانت کی شرط کے مطابق تم کیس کے اختتام تک سردار گڑھ سے ہلو گے بھی نہیں۔!"

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ میں تم پر اعتماد نہیں کرتا۔" ڈینی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"بس تم بیٹھو آرام سے!" عمران اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

پھر ظفر الملک اور ریتا سمیت وہ تنگیز کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ بار برداری کی یہ گاڑی سردار گڑھ کے ایس پی نے مہیا کی تھی۔

تینوں اگلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔

"ڈان فاگان کا کیا ہوا۔۔۔؟" ظفر نے عمران سے پوچھا۔

"وہ پولیس پارٹی کے ساتھ ہے۔"

"اسکیم کیا ہے؟"

"ابھی خود ہی دیکھ لو گے۔"

اچانک ایک جگہ اس نے گاڑی سڑک کے نیچے اتاری اور اسے ڈھلان میں لیتا چلا گیا۔

گاڑی روک کر نیچے اترا تھا اور ان سے بھی اترنے کو کہتا ہوا ریتا سے بولا۔ "اب میں تمہیں مرد بناؤں گا۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"صرف ڈاڑھی لگانی پڑے گی۔!"

"کیوں مذاق اڑا رہے ہیں میرا۔"

"یقین کرو۔۔۔۔ تم ابھی دیکھو گی۔۔۔۔ ہم تین شکاری ہیں۔ بڑے بالوں والی لومڑیوں کے پیشہ ور شکاری۔"

پھر ریتا متحیر رہ گئی تھی کیونکہ عمران نے اس کی لاعلمی میں بالکل اسی کی ناپ کا مردانہ لباس تک فراہم کر لیا تھا۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر بے تحاشہ ہنس پڑی۔ گنجان ڈاڑھی اور مونچھوں

میں دہانہ تک چھپ کر رہ گیا تھا۔

"آپ بھی ڈاڑھی لگائیں گے۔" عمران نے ظفر کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟"

"جنابِ عالی میں نہیں چاہتا کہ آپ پھر اٹھا لئے جائیں۔" عمران رینا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "یہ تو بندر کو بھی مرد ہی معلوم ہوں گی۔"

رینا ہنس پڑی.... ظفر جھینپ گیا تھا۔ عمران چند لمحے کھڑا چاروں طرف دیکھتا رہا پھر ظفر سے بولا۔ "تم اپنی پسند سے میک اپ کر سکتے ہو! میں اس طرف اوپر جا کر کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرتا ہوں جہاں خیمہ نصب کیا جا سکے۔"

وہ بائیں جانب والی چڑھائی کی طرف بڑھا تھا اور ظفر اپنے میک اپ کی تیاری کرنے لگا تھا۔

"کیا آپ لوگ سرکاری سراغ رساں ہیں۔!" رینا نے ظفر سے پوچھا۔

"ارے نہیں.... یہ ہماری ہابی ہے۔"

"لیکن ایس پی تو عمران صاحب سے بہت زیادہ مرعوب معلوم ہوتا ہے۔!"

"وہ ان کے پرانے دوستوں میں سے ہے۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"کیا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"مسٹر ولسن ان سے اپنے قریبی تعلقات کا ذکر کرتے نہیں تھکتے۔ لیکن قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ بھی انہیں اچھی طرح نہیں جانتے۔"

"میرا خیال ہے کہ ان کے والدین بھی شاید انہیں اچھی طرح نہ جانتے ہوں۔"

"معاف کرنا کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن بات ہی ایسی ہے۔"

"نہیں کہو.... ہم لوگ تکلفات کے عادی نہیں۔"

"صورت سے بالکل احمق معلوم ہوتے ہیں۔!"

"اول درجے کے احمق ہیں۔ نہ ہوتے تو اس بوڑھے کھوسٹ کے لئے جھک مارتے پھرتے۔ صبر آجاتا اگر کسی خوب صورت لڑکی کے لئے دھکے کھاتے پھر رہے ہوتے۔ یقین کرو اگر تم ساتھ نہ ہوتیں تو میں ہسپتال ہی میں پڑا رہتا۔"

"ڈاڑھی میں کیسی لگتی ہوں۔"

"ڈاڑھی سے کوئی فرق نہیں پڑتا.... میرے گھر والے قدامت پسند ہیں۔ اس لئے لڑکیاں میرے ساتھ ڈاڑھی ہی میں رہتی ہیں۔ اس کا عادی ہوں۔"

"آہا تو وہ لڑکی ہی ہے جو تمہارے لئے درے میں گھس گئی تھی۔!"

"وہ تو لڑکیوں کا درخت ہے۔!"

"تم سب بہت زندہ دل ہو.... کیا سچ مچ نواب زادے ہو....؟"

"میرے بارے میں میرا سیکریٹری ہی تمہیں کچھ بتا سکے گا.... میں زیادہ تر لاعلمی کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہوں۔"

"تمہارا سیکریٹری عمران صاحب کو یور مجسٹی کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔"

"انہیں تو میں بھی بادشاہ ہی سمجھتا ہوں.... اب دیکھو نا تم جیسی خوب صورت لڑکی کو حوش بنا کر چلے گئے۔"

ایک گھنٹے بعد خیمہ بھی نصب کر دیا گیا۔ تین بج رہے تھے۔ سورج مغرب میں جھکنے لگا تھا۔

عمران ایک بار پھر انہیں وہیں چھوڑ کر مشرق کی سمت چل پڑا۔ وہ دراصل اس چٹان تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا جس کے عین سامنے ظفر اور ڈان فاگان سڑک کے کنارے پڑے پائے گئے تھے۔

پولیس پارٹی نے اس درے کے سامنے ڈیرا ڈال رکھا تھا۔ اس پارٹی کی سربراہی وہی انسپکٹر کر رہا تھا جو پچھلے دن اس حادثے کے وقت وہاں موجود تھا۔

ڈان فاگان ان کے ساتھ تھا اور وہ کئی بار انسپکٹر سے کہہ چکا تھا کہ کسی لڑکی کے بغیر یہ مہم کامیاب نہیں ہو سکتی۔!

"لڑکیاں درخت میں تو پھلتی نہیں کہ ایک آدھ توڑ لائی جاتی۔" انسپکٹر آخر کار جھلا کر بولا۔

"وہ سرکس والی لڑکی.... میرا خیال ہے کہ وہ پھر تیار ہو جاتی.... بے حد چالاک ہے دوسری بار بھی اس نے اپنی جان بچالی تھی۔"

”دوسری بار سے تمہاری کیا مراد۔!“ انسپکٹر نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

اس پر ڈان فاگان نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ”میں اپنی یادداشت نہ کھو بیٹھا ہوتا تو بتاتا کہ تیسری لڑکی اپنی چالاکی کی وجہ سے بچ گئی تھی۔“

”تو کیا وہ بھی اس دن ساتھ تھی۔؟“

”یقیناً تھی۔“

”تم نے اپنے تحریری بیان میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟“

”خوب صورت لڑکیوں پر مجھے رحم آتا ہے۔ پتا نہیں کیوں؟ ڈینی نے اپنے بیان میں اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔“

”خیر.... خیر.... دیکھوں گا....!“

”تم میرا بیان تبدیل نہیں کرا سکو گے انسپکٹر۔!“

انسپکٹر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ درے سے دو آدمی برآمد ہوئے یہ دونوں پیشہ ور شکاری تھے اور سردار گڑھ کے چپے چپے سے واقف تھے۔ پولیس پارٹی انہیں اپنے ساتھ لائی تھی۔

ان میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔ ”معمولی سا درہ ہے جناب.... طوالت بمشکل تمام دو ڈھائی سو گز ہوگی.... دوسری طرف بھی دور دور تک سناٹا ہے۔ درے سے نکلئے تو تھوڑے ہی فاصلے پر شفاف اور میٹھے پانی کا چشمہ نظر آئے گا۔ درہ ناقابلِ عبور نہیں ہے۔ البتہ تاریک ضرور ہے کیونکہ غالباً پچاس گز کے بعد اس نے غار کی سی شکل اختیار کرلی ہے۔!“

”دیکھنا چاہئے....!“ انسپکٹر بولا۔

پھر وہ سب ایک قطار بنا کر درے میں داخل ہوئے شکاری آگے تھے۔ شاید پچاس ساٹھ گز چلنے کے بعد ٹارچ روشن کرنی پڑی تھی۔ شکاری انہیں راستہ دکھاتے چل رہے تھے۔

پھر وہ کھلے میں نکل آئے سامنے ہی ایک چٹان سے پانی کی دھار نکل کر نیچے آئی تھی اور اس جگہ تالاب سا بن گیا تھا۔ پھر تالاب کا پانی کئی چٹانوں کے رخنوں سے ہوتا ہوا نامعلوم اطراف میں نکل گیا تھا۔

”بڑی پُرفضا جگہ ہے۔!“ ڈان فاگان بڑبڑایا۔

ٹھیک اسی وقت ایک چیخ سنائی دی اور آواز کی سمت ان کی نظریں اٹھ گئیں۔ چشمے والی چٹان

کے اوپر ایک آدمی دکھائی دیا جس پر ایک عقاب رہ رہ کر جھپٹ رہا تھا۔

بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ عقاب اسے چٹان کے سرے کی طرف دھکیل رہا ہو۔ اچانک وہ سچ مچ چٹان سے پھسل کر نیچے پانی میں آرہا۔

عقاب نے اوپر سے جھپٹا مارا۔

اب وہ آدمی غوطے لگا لگا کر خود کو عقاب کے حملوں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ شکاریوں میں سے ایک نے اپنی رائفل چھتیائی اور اس آدمی کے پانی پر ابھرنے سے پہلے ہی عقاب پر فائر کر دیا۔ عقاب چکراتا ہوا چشمے والی چٹان پر جا گرا لیکن وہ آدمی پانی کی سطح پر پھر نہ اُبھرا۔

"کک.... کیا وہ ڈوب گیا" ڈان فاگان ہکلایا۔

"معلوم تو یہی ہوتا ہے۔!" سب انسپکٹر نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

کبھی وہ تالاب کی سطح پر نظر جما دیتے تھے اور کبھی چشمے والی چٹان کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔

"کل بھی شاید یہی ہوا تھا۔" انسپکٹر بڑبڑایا۔ "کسی نے عقاب کو گولی مارنے کی کوشش کی تھی جو ڈاڑھی والے کے لگ گئی تھی۔!"

"تو پھر چلیں اس چٹان پر؟" ایک شکاری نے پوچھا۔

"اب چٹان پر کیا رکھا ہے۔ عقاب کے انڈوں کے علاوہ۔ نر تو کل ہی مار دیا گیا تھا۔ مادہ آج ختم ہو گئی۔" انسپکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لاش کس طرح نکالی جائے پتا نہیں کتنی گہرائی ہے۔"

"گہرائی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" شکاری بولا۔ "بہتر یہی ہوگا کہ اسی جگہ ٹھہر کر انتظار کریں۔ لاش اوپر ضرور آئے گی۔!"

ظفر الملک نے گھڑی دیکھی پانچ بجنے والے تھے۔ عمران کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ رینا نے آئیل اسٹوو پر کافی کے لئے پانی رکھ دیا تھا۔ اور خیمے کے در کے قریب بیٹھی غروب ہوتے ہوئے سورج کا نظارہ کر رہی تھی۔

"یہ ایڈونچر بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔" اس نے ظفر کو مخاطب کیا۔

"اگر زندگی یہیں نہ ختم ہو گئی تو۔"

"اونہہ...." رینا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"واقعی بہت دلیر معلوم ہوتی ہو۔!"

"تھی نہیں.... ہو گئی ہوں.... تمہارا دوست عجیب ہے۔!"

"میرے دوست نے کیا کیا ہے؟"

"یہی تو میری سمجھ میں بھی نہیں آتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے ملنے سے پہلے میں اتنی دلیر نہیں تھی۔"

"تم لڑکیوں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔!"

"یہ جملہ بھی بہت روایتی ہے دنیا کی کسی زبان کا لٹریچر اٹھاؤ۔ یہ خیال ضرور ملے گا۔ حالانکہ ہم بیچاریاں خود اپنی ذات میں کوئی پیچیدگی نہیں پاتیں۔ اس کے برخلاف مرد.... خدا کی پناہ۔"

"اول درجے کا گورکھ دھندا ہوتا ہے۔" پشت سے آواز آئی اور رینا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ عمران قریب ہی کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ڈاڑھی لگا کر عورتوں کی طرف داری کرتے شرم نہیں آتی۔" اس نے کہا۔

"آپ کا یہ نواب زادہ دوست بھی عورت کی پیچیدگی کا قائل ہے۔" رینا ہنس کر بولی۔

"کیا رہا؟" ظفر نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"اس راستے کا سراغ مل گیا ہے جس سے گزر کر انہوں نے تمہیں سڑک تک پہنچایا ہوگا۔ لیکن وہ خود کہاں سے آتے ہیں یہ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"خیر... کافی پیجئے... یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔" رینا نے اسٹوو کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"عورت واقعی نعمت ہے!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "چاہے ڈاڑھی دار ہی کیوں نہ ہو۔!"

"اب میرا مذاق اڑائیں گے آپ لوگ۔"

"ہرگز نہیں.... دل بڑھا رہے ہیں۔"

"اب رات کو کیا ہو سکے گا....؟" ظفر نے سوال کیا۔

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔"

کافی پی کر عمران نے گیس ماسک اور آکسیجن کی تھیلیاں نکالیں اور رینا کو ان کے استعمال کا طریقہ سمجھانے لگا۔

"تو کیا رات کو؟" ظفر پھر بول پڑا۔

"لومڑیوں کا شکار رات ہی کو ہوتا ہے۔" عمران اسے گھور کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ظفرالملک کو خیمے کے باہر لا کر بولا۔ "یہ میرا قطعی اور نجی معاملہ ہے اس لئے تم دونوں کو ساتھ لایا ہوں ورنہ تم سے زیادہ تجربے کار لوگ بھی موجود تھے۔"

"آپ مجھے غلط نہ سمجھئے! میں صرف اسکیم معلوم کرنا چاہتا تھا۔ دن اور رات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہئے تو اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں۔"

"میں نے کہا شائد مجھے بیوقوف سمجھ کر رحم کھا رہے ہو۔!"

ظفرالملک نے کسی روٹھے ہوئے بچے کی طرح منہ پھلا لیا تھا۔

"ارے.... اب ٹھیک لگ رہے ہو پتا نہیں آج کل کیا کر رہے ہو کہ لمبوترا چہرہ نکل آیا ہے.... اب میں تم پر اپنا میک اپ بھی نہیں کر سکتا۔"

"خود میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دبلا کیوں ہوں۔!"

"ریگی ٹمبا.... تمہارے اس ریچھ نے سارے شہر کو دیوانہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ جس کلب یا ہوٹل میں قدم رکھو ریگی ٹمبا ہو رہا ہے۔ ایسا واہیات رقص ہے کہ مہینے بھر میں ہاتھی کو ہرن بنا کر رکھ دے۔"

پھر وہ ریگی ٹمبا ہی سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے تھے۔

"بڑا شاندار رقص ہے۔" ریٖنا بول پڑی۔

"اسی کے قبیلے کی معلوم ہوتی ہو۔!" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور دوربین اٹھا کر پھر خیمے سے نکل گیا۔

"کس کے قبیلے کی معلوم ہوتی ہوں؟" ریٖنا نے ظفر سے پوچھا۔

"میرے سیکرٹری جیمسن کے قبیلے کی کیونکہ ریگی ٹمبا جو عمران صاحب کو سخت ناپسند ہے۔ جیمسن ہی کی ایجاد ہے۔!"

"نہیں....!" ریٖنا کے لہجے میں حیرت تھی۔ "لیکن میں نے تو اس کے بارے میں پڑھا تھا کہ کانگو بیسن کے پگمیز کا رقص ہے۔"

"وہ ایسی ہی ہوائیاں چھوڑتا رہتا ہے اور اتنے باوقار انداز میں چھوڑتا ہے کہ بعض صحافی ان

پر مضامین تک لکھ ڈالتے ہیں۔"

"تم سب ہی عجیب ہو۔!"

رات کے کھانے کے بعد شکار کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ رینا کے لئے عمران نے اعشاریہ دو دو کی رائفل مہیا کی تھی۔ جس کا استعمال وہ پہلے ہی سے جانتی تھی۔ گیس ماسک اور آکسیجن کی تھیلیوں سے لیس ہو کر وہ باہر نکلے۔

آج مطلع ابر آلود نہیں تھا چاروں طرف شفاف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔

"دیکھو! جیسے ہی میں ریڈی کہوں تم دونوں گیس ماسک چڑھا لینا۔" عمران نے ان دونوں سے کہا۔

"مزہ آگیا.... بچپن میں ریڈی کھیلا کرتے تھے۔" رینا ہنس پڑی۔

"اور تمہارے لئے خصوصیت سے ہدایت ہے کہ اب تم سختی سے اپنے ہونٹ بند رکھنا۔!" عمران نے رینا سے کہا۔"ڈاڑھی لگا کر ایسے سُریلے قہقہے لگاؤ گی تو پہلے ہی مرحلے میں میری مغفرت ہو جائے گی۔"

"ہاں.... یہ بات تو ہے۔!" رینا بولی۔

کچھ دور چلنے کے بعد عمران ایک تین فٹ گہرے خشک نالے میں اُتر گیا۔ ظفر الملک نے رینا کو سہارا دے کر اتارا۔

نالا بتدریج ڈھلوان ہوتا چلا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ ان کے قدموں کی چاپ سناٹے میں گونج رہی تھی۔

آدھے گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد عمران ایک جگہ رُک گیا اور مڑ کر آہستہ سے بولا۔ "میں تمہیں وہ جگہ دکھاتا ہوں جدھر سے وہ لوگ تمہیں سڑک پر پھینک گئے تھے۔"

اس کی ٹارچ روشن ہوئی تھی اور روشنی کا دائرہ داہنی جانب رینگ گیا تھا یہ کسی غار کا دہانہ تھا۔ عمران نے فوراً ہی ٹارچ بجھا دی۔ انہوں نے بھی کسی قسم کی آواز سنی تھی۔

"بیٹھ جاؤ! عمران آہستہ سے بولا اور وہ اسی نالے میں بیٹھ گئے۔ غار کا دہانہ اب انہیں نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

دفعتاً تھوڑے ہی فاصلے سے کسی نے چیخ کر کہا۔ "کون ہے؟ سامنے آؤ ورنہ زندہ نہیں بچو گے۔"

"تم کون ہو پوچھنے والے؟" عمران نے اس سے بھی زیادہ بھاری بھر کم آواز میں سوال کیا تھا۔

"رینجر....!"

"میں شکاری ہوں.... پرمٹ ہے میرے پاس۔"

ٹھیک اسی وقت ایک آواز آئی اور یہ کسی بندر ہی کے چیخانے کی آواز تھی۔

"ریڈی....!" عمران نے آہستہ سے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں گیس ماسک ان کے چہروں پر لگ گئے۔

اب وہ کئی قدموں کی آہٹیں سن رہے تھے پھر ایک ہلکا سا دھماکہ ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہوا۔ اس کے بعد بندر کی آواز بہت قریب سے آئی تھی۔ دھماکے کے بعد سناٹا چھا گیا تھا وہ تینوں جہاں تھے وہیں بیٹھے رہے۔ گہرا دھواں ان کے سروں سے گزر رہا تھا۔

"لیٹ جاؤ.... تم دونوں لیٹ جاؤ....!" عمران آہستہ سے بولا۔

دو تین منٹ گزر جانے کے بعد انہوں نے پھر قدموں کی آہٹ سنی اور کوئی گول مٹول سی چیز اچھل کر نالے میں آپڑی۔

"ٹرچ...." سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور سے عمران نے اس پر فائر کیا۔ وہ چیز ایک بار پھر اچھلی اور نالے کے باہر جا گری اور اب وہ دم توڑتا ہوا بندر بُری طرح شور مچا رہا تھا۔

اس کے بعد عمران نے گونجیلی آواز میں کہا تھا۔ "تم چاروں اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ پوری طرح میری نظروں میں ہو۔ ذرا ہلے اور مارے گئے۔"

پھر اس نے ظفر سے اٹھ جانے کو کہا۔

ظفر نے بھی رائفل سیدھی کر لی تھی لیکن اس نے دیکھا کہ ان چاروں میں سے صرف ایک نے ہاتھ اوپر اٹھائے تھے۔

"تم بھی اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔" ظفر رائفل کو جنبش دے کر بولا۔

لیکن ان تینوں نے توجہ تک نہ دی۔ عمران بھی ظفر کے قریب ہی کھڑا تھا۔

اچانک وہ تینوں جنہوں نے اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے تھے ان پر ٹوٹ پڑے عمران اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ چوتھا آدمی ہاتھ گرا کر دوسری طرف بھاگا ہی تھا کہ عمران نے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس نے پلٹ کر حملہ کیا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں زمین پر نظر آیا۔ عمران اس کے سینے

پر سوار ایک ہاتھ سے گلا گھونٹ رہا تھا اور دوسرے سے کنپٹیوں پر زور آزمائی کر رہا تھا۔

چوتھا آدمی جلد ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔

عمران اسے چھوڑ کر ان تینوں کی طرف جھپٹا جو ظفر الملک پر پلے پڑ رہے تھے۔

"اوہو.... تو آپ لوگ ہیں۔" عمران نے ان میں سے ایک کی گردن پکڑتے ہوئے کہا۔ وہ اس سے لپٹ پڑا۔

یہ تینوں سیاہ فام جنگلی ثابت ہوئے ان کے پاس اسلحہ نہیں تھا۔

بڑی دشواری سے ان تینوں پر قابو پایا جا سکا۔ ظفر کو تو انہوں نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ عمران نے ان کی ایسی ہی جگہوں پر ضربات لگائی تھیں کہ فوری طور پر بے ہوش ہو جائیں۔

"رینا کہاں ہے؟" عمران نے ظفر کا شانہ ہلا کر پوچھا۔ جو دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا ہوا تھا۔

"جہاں تھی۔!" ظفر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

وہ سچ مچ نالے ہی میں اوندھی پڑی نظر آئی۔ عمران نے اسے اٹھایا اور گیس ماسک اس کے چہرے سے ہٹا کر کہا۔ "اپنے تھیلے سے ڈور کی لچھی نکالو۔"

"کک.... کیا ہوا....؟"

"پرواہ نہ کرو.... ڈور نکالو.... اور پھر اسی طرح آرام سے لیٹ جاؤ۔ لیکن سو نہ جانا۔!"

ریشم کی ڈوری کا لچھا اس سے لے کر وہ پھر اسی طرف پلٹ آیا۔ ظفر کی مدد سے چاروں کے ہاتھ پیر باندھے۔ رینا بھی قریب آ کھڑی ہوئی تھی لیکن بالکل خاموش تھی۔

"اب تم دونوں یہیں ٹھہرو۔" عمران نے کہا اور اس غار کی طرف بڑھ گیا جو انہیں پہلے دکھا چکا تھا۔

"ب.... بندر.... کہاں ہے؟" رینا نے ظفر سے پوچھا۔

"ادھر کہیں پڑا ہوگا۔" ظفر نے داہنی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"مم.... مر گیا....!"

"میں نہیں جانتا....!"

رینا خود ہی اس طرف بڑھ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد واپس آ کر بولی۔ "وہی ہے لیکن میں نے تو فائر کی آواز نہیں سنی تھی۔!"

"پچھلے سال عمران صاحب نے ایک آدمی کو آنکھ ماری تھی اور وہ ہسپتال پہنچتے پہنچتے مر گیا تھا۔!"

عمران نے واپسی میں دیر نہیں لگائی تھی۔

"اب تم اٹھو....!" اس نے ظفر سے کہا۔ "ان چاروں کو اٹھا کر اسی غار میں پہنچانا ہے۔!"

عمران ہی کی ہدایت پر ریتا نے ٹارچ سنبھالی۔ غار تاریک تھا لیکن وہاں کچھ ایسا سامان نظر آیا جس کی بناء پر کہا جا سکتا تھا کہ وہ اس سے پہلے بھی کسی کا مسکن رہ چکا ہے۔!"

وہ چاروں غار میں پہنچا دیئے گئے۔ انہیں ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔

وہاں پائے جانے والے سامان میں کچھ موم بتیاں بھی تھیں جنہیں روشن کر دیا گیا۔

"یہ اپنے بندر سمیت اس وقت یہیں مقیم تھے۔" عمران نے ان چاروں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"کیا آپ کو پہلے سے علم تھا....؟" ظفر نے پوچھا۔

"ہر گز نہیں.... دن میں جب میں نے یہ غار دریافت کیا تھا اس وقت یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ادھر آؤ.... یہ دیکھو.... یہ رہے گیس کے دستی بم جو ان کے شکاروں کی بے ہوشی کا سبب بنتے رہے ہیں۔ اگر ہمارے پاس گیس ماسک نہ ہوتے تو....!"

عمران جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا کیونکہ اس آدمی نے جنبش کی تھی جو سیاہ فام جنگلیوں کی طرح نیم برہنہ نہیں تھا۔ خاکی قمیض اور خاکی پتلون میں ملبوس تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ پوری طرح ہوش میں آ گیا لیکن ہاتھ پیر بندھے ہونے کی وجہ سے اٹھ نہ سکا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھے جا رہا تھا۔

"شکاریوں سے چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ دیکھا تم نے؟" عمران نے چڑھانے کے سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"تت.... تم کون....؟"

"ایسے بھوت جن سے عورتوں کی سی بو آتی ہے۔!"

"کک.... کیا مطلب؟"

"اس نامعقول بندر نے اس وقت تم لوگوں کے آرام میں خلل ڈالا تھا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"نن.... نہیں۔!"

"تم سمجھے تھے پھر کوئی عورت ہاتھ لگنے والی ہے۔!"

"تم غلط نہیں کہہ رہے۔!" اس نے پر سکون لہجے میں کہا۔

"افسوس! کہ وہ بندر میرے ہاتھوں مارا گیا۔!"

"یقیناً افسوس کی بات ہے! کیونکہ دوسرا مہیانہ کیا جا سکے گا۔"

"اب بتاؤ.... چکر کیا ہے۔؟"

"عورتوں کا حصول....!"

"کیوں؟"

"ضرورت....!"

"کھل کر بات کرو.... ورنہ کھال اتار دوں گا۔" عمران کا لہجہ بدل گیا۔

"بالکل کھلی ہوئی بات ہے۔ مردوں کے لئے عورتیں ضروری ہیں۔!"

"ارے تو نکاح خواں کہاں مر گئے ہیں کہ تم بندروں سے کام چلا رہے ہو۔!"

"سب اپنی اپنی جگہ بندر ہی ہیں۔!"

"دیکھو پیارے.... میں ڈارون کا طالب علم نہیں ہوں۔!"

"سچی بات کہہ رہا ہوں.... فلسفہ نہیں پڑھا رہا۔"

"اب تک کتنی عورتیں اٹھا چکے ہو....؟"

"اٹھارہ....!"

"وہ سب کہاں ہیں۔؟"

"جہاں ان کی ضرورت ہے۔!"

ظفر نے آگے بڑھ کر اس کے بائیں پہلو پر ٹھوکر رسید کی۔ اس نے سر گھما کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر اس طرح عمران کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"اگر تم نے ان عورتوں کی نشان دہی نہ کی تو....!"

"میں نہیں جانتا کہ اب وہ کہاں ہیں۔" قیدی جلدی سے بول پڑا۔ "جانتا بھی تو تم مجھ سے ان کے بارے میں کچھ نہ معلوم کر سکتے۔"

”کس کے لئے کام کر رہے ہو۔؟“

”آدمیت کے مستقبل کے لئے۔!“

عمران استہزائیہ انداز میں مسکرا کر سیاہ فام جنگلیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

”ان سے بھی کوئی توقع نہ رکھو کیونکہ وہ گونگے اور بہرے ہیں۔“ قیدی بولا۔

”تو پھر میرا کام کس طرح چلے گا۔“

”مردہ بندر سمیت ہم چاروں کو پولیس کے حوالے کر دو۔“

”اس سے کیا ہو گا؟“

”ہمیں ہمارے جرم کی سزا مل جائے گی۔“

”مجھے صرف عورتوں کی واپسی سے دلچسپی ہے! خصوصیت سے وہ دو سفید فام عورتیں جو ابھی حال ہی میں تنکیز کی چڑھائی سے غائب ہوئی تھیں۔“

”اچھا.... وہ ناچنے گانے والیاں جو حیوانون میں اپنا مستقبل تباہ کر رہی تھیں۔“

”وہ آدمیوں میں رہتی تھیں۔ ریچھوں کے کٹہرے میں نہیں رکھی جاتی تھیں۔“

”ریچھ بہتر ہیں تم جیسے آدمیوں سے۔“

”ظفر....!“ دفعتاً عمران مڑ کر بولا۔”تم غار کے دہانے پر ٹھہرو.... یہ ہمیں باتوں میں الجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔“

قیدی نے قہقہہ لگایا۔ ٹھیک اسی وقت ایک دھماکہ ہوا۔ اور ان تینوں کو اپنے گیس ماسک استعمال کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔

موم بتیوں کی ٹمٹماتی لویں گہرے دھوئیں میں دفن ہو گئیں۔

عمران غار کے اس حصے کی طرف بھاگا تھا جس کی نکاس سڑک کی طرف تھی لیکن وہ اس دھوئیں کی یلغار سے نہ بچ سکا۔ پیر لڑکھڑائے اور اس کا ذہن تاریکیوں کی دلدل میں ڈوبتا چلا گیا۔

پھر اس دلدل سے نکلنے کے بعد نہ وہ دیکھ سکتا تھا اور نہ سُن سکتا تھا۔ بہت دیر بعد یہ بات سمجھ میں آسکی تھی کہ کسی بے حد تاریک اور ویران جگہ پر پڑا ہوا ہے۔ ہاتھوں اور پیروں کو بہ آسانی جنبش دے سکتا تھا۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور اپنا پورا جسم ٹٹولنے لگا ریوالور اور کارتوسوں کی پیٹی کے علاوہ اور سب کچھ موجود تھا۔ جیب سے پنسل ٹارچ نکالی روشنی کی لکیر قریب ہی پڑے ہوئے

دوسرے آدمی پر پڑی تھی۔

یہ ظفرالملک تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا.... روشنی کی لکیر تیزی سے چاروں طرف گردش کرنے لگی۔ ریناکا کہیں پتہ نہیں تھا اور وہ غار بھی نہیں معلوم ہوتا تھا جس میں وہ اپنے قیدیوں سمیت داخل ہوا تھا۔

پھر وہ ظفر کی طرف پلٹ آیا اور ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اس کا ریوالور بھی کارتوسوں کی پیٹی سمیت غائب تھا۔ رائفلیں بھی ندارد.... چہرے پر مصنوعی ڈاڑھی بھی باقی نہیں رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ظفر کو ہوش آگیا۔

"گھبرانا مت....!" عمران جھک کر آہستہ سے اس کے کان میں بولا۔ "یہ قبر نہیں ہے۔"

"ہم لگ.... کہاں ہیں؟"

"جہاں بھی ہیں مزے میں ہیں.... پرواہ نہ کرو....!"

"رینا کہاں ہے؟"

"وہ اسے ڈاڑھی سمیت لے گئے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک بندر کے لئے پوری عورت ضائع کردینا دانش مندی نہیں ہے۔"

"ان حالات میں بھی آپ اپنے فلسفے سے باز نہیں آتے۔" ظفر کراہا۔

"ان حالات کے باوجود بھی مجھے تمہاری فکر کھائے جارہی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"آخر اتنی تیزی سے دبلے کیوں ہو رہے ہو۔؟"

"عمران صاحب.... خدارا.... آخر ہم ہیں کہاں۔؟"

"کسی غار میں! لیکن اس میں نہیں جہاں اس محسنِ انسانیت بندر پر مکالمے ہوئے تھے۔"

"کیا آپ کے پاس ٹارچ ہے؟"

"ہے.... اور تمہاری ٹارچ تمہاری جیب میں موجود ہے۔"

"چلئے.... غار کا دہانہ تلاش کریں۔"

"ذرا تم کھڑے ہو کر دیکھو.... چل پھر بھی سکتے ہو یا نہیں۔"

ظفر کچھ نہ بولا.... تھوڑی دیر بعد اس کی ٹارچ روشن نظر آئی تھی اور وہ عمران کے

مشورے پر عمل کر رہا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے کہا۔

"گڈ.....!" عمران بولا اور غار کے دہانے کی تلاش شروع ہو گئی۔

اس میں دیر نہیں لگی تھی.....دہانہ مل گیا.....اور غار کے باہر بہت دور چھٹکی ہوئی چاندی کا روح پرور نظارہ بھی جنت نگاہ بنا۔ لیکن غار سے باہر قدم نکالنے کی حسرت دل ہی میں رہ گئی۔

جتنی دور تک پنسل ٹارچ کی روشنی گئی تھی۔ غار کا دہانہ ایک سیدھی کھڑی ہوئی دیوار ہی کا حصہ معلوم ہوا تھا۔

"تم نے دیکھا؟" عمران ٹارچ بجھا کر بولا۔

"جی ہاں.....!" ظفر کی آواز کانپ رہی تھی۔

"چلو.....واپس چلو.....جہاں پڑے تھے وہیں رات گزاریں۔ صبح دیکھا جائے گا۔"

"مم.....مگر وہ بیچاری۔"

"صرف مرد بے چارہ ہوتا ہے۔ کسی عورت کو بیچاری کہنا بیچارگی کو بھی شرمندہ کرنا ہے۔"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔"

"کیا تم کسی کے دل کی ملکہ بن سکتے ہو۔!"

"عمران صاحب.....!"

"نواب زادے صاحب.....اپنی کھال میں رہئے.....مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"میں جاگ کر نگرانی کروں گا۔"

"میری نگرانی؟" عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔ "گھاس تو نہیں کھا گئے۔ اگر ہم کسی لائق ہوتے تو یہاں کیوں نظر آتے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔!"

"اب کوئی خطرہ نہیں چین سے سو جاؤ۔"

ظفر بڑی دیر تک پڑا جاگتا رہا تھا پھر پتا نہیں اسے کب نیند آ گئی تھی۔

دوبارہ آنکھ کھلی تب بھی اندھیرا ہی نظر آیا۔ ٹارچ روشن کی...عمران کہیں نہ دکھائی دیا.....

تھوڑی دیر تک لیٹا رہا پھر اٹھ بیٹھا۔ ٹارچ ہی کی روشنی میں غار کے دہانے تک پہنچا۔

سورج طلوع ہو چکا تھا۔ دھوپ بہت دور چمک رہی تھی۔ عمران غار کے دہانے کے قریب کھڑا نظر آیا۔

"ہم نیچے نہیں جا سکتے۔" عمران بولا۔ "لیکن اگر کوشش کریں تو اوپر ضرور پہنچ سکتے ہیں۔"

ظفر نے آدھا دھڑ دہانے سے باہر نکال کر اوپر دیکھا تو اس کی روح فنا ہو گئی وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کوشش بھی بہر حال نیچے ہی لے جائے گی۔ کم از کم وہ اپنے پیر ان جگہوں پر نہیں جما سکتا جن کی طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔

"کیا خیال ہے؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"مرنا ہی ہے تو پھر اندیشے کیسے۔ چلئے.....!"

ٹھیک اسی وقت انہیں اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ تیزی سے مڑے تھے۔ آنے والے رک گئے۔ آٹھ آدمی تھے۔ چار کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں نظر آئیں۔

ایک نے کسی قدر آگے بڑھ کر کہا۔ "تم لوگ شاید اوپر جانے کی سوچ رہے تھے۔"

"قدرتی بات ہے!" عمران نے پُر سکون لہجے میں کہا۔

"فوراً گولی مار دی جاتی۔ تم اپنے ملک کی سرحد پار کر چکے ہو۔ اوپر دوسرے ملک کے سرحدی محافظ موجود ہیں۔"

"آپ حضرات اپنا تعارف بھی کرا دیجئے۔"

"ہم آدمی ہیں۔"

"ماشاءاللہ.... اپنے حضرت آدم سے ہمارا اسلام کہیئے گا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"اب تم دونوں اپنا یہ لباس اتار کر ہمارا لایا ہوا پہنو!" اس آدمی نے عمران کے جملے پر توجہ دیئے بغیر کہا۔

اُن کا لایا ہوا لباس عمران اور ظفر کو پہننا پڑا۔ اور اب وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر بے تحاشہ قہقہے لگا رہے تھے۔ لباس ایسا تھا کہ بس ان کے دہانے ناکیں اور آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھیں اور وہ خود سیاہ رنگ کے قدِ آدم بندر معلوم ہو رہے تھے پیچھے دُمیں تک لٹک رہی تھیں.... سفید دھاریوں والے سیاہ بندر.... وہ ہنس ہی رہے تھے کہ پھر ایک دھماکہ ہوا اور وہ ہنستے ہنستے بیہوش ہو گئے۔

رینا کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک خیمے میں پایا۔ چہرے سے ڈاڑھی غائب ہو چکی تھی اور جسم پر زنانہ لباس تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھی۔ خوف سے چہرہ پھیکا پڑ گیا۔ بائیں جانب دو بستر اور نظر آئے جن پر کٹی اور نیلی بے خبر سو رہی تھیں۔

اس کے دل کی دھڑکن کچھ اور تیز ہو گئی۔ چند لمحے بے حس و حرکت بیٹھی رہی پھر اٹھ کر ان دونوں کو یکے بعد دیگرے جھنجھوڑنے لگی۔

وہ بھی بیدار ہو گئیں اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھے جا رہی تھیں۔

"تم کہاں تھیں؟" کچھ دیر بعد کٹی کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم دونوں کی تلاش میں نکلے تھے ہم لوگ۔" رینا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "پتا نہیں میرے دونوں ساتھیوں پر کیا گزری۔"

پھر اس نے مختصراً انہیں یہ بتایا تھا کہ کس طرح وہ بندر مار ڈالا گیا۔

کٹی بولی۔ "ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ہمارا مصرف کیا ہے۔ ہم اس طرح کیوں لائے گئے ہیں۔"

"کیا تم دونوں قیدی ہو؟" رینا نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں! ہم پر کوئی پابندی نہیں۔ ہم یہی نہیں جانتے کہ کہاں ہیں؟"

"تمہارے علاوہ اور کتنے لوگ ہیں یہاں؟"

"بے شمار.... جھونپڑوں اور خیموں میں رہتے ہیں۔!"

"تمہارا جن لوگوں سے تعلق ہے.... وہ کیسے ہیں؟"

"ہم نہیں جانتے کہ ہمارا مصرف کیا ہے۔!"

"کھانے پینے کو کون دیتا ہے....؟" رینا نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"ایک آدمی کھانا لاتا ہے۔ ہم اپنی مرضی سے باہر نکلتے ہیں۔ بستی میں گھومتے پھرتے ہیں کوئی ہماری طرف توجہ تک نہیں دیتا۔"

پھر انہوں نے رینا کو بتایا تھا کہ اپنی ضروریات اس خیمے میں پوری کر سکتی ہیں۔ ٹوائیلٹ وغیرہ

سے فارغ ہو کر وہ پھر صورت حال پر غور کرنے بیٹھ گئیں۔ ریتا انہیں ڈان فاگان اور اس کی یادداشت کے بارے میں بتا رہی تھی۔ دفعتاً خیمے کے باہر سے کسی کے کھنکھارنے کی آواز آئی۔

"آجاؤ...." نیلی نے بلند آواز میں کہا۔

ایک آدمی نے خیمے کا پردہ اٹھایا اور دوسرا بڑی سی ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میز پر رکھ کر وہ اس طرح کھڑا ہو گیا تھا جیسے کسی مزید فرمائش کا منتظر ہو۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔" نیلی نے کہا اور وہ دونوں چلے گئے۔

"یہ حال ہے۔ ان کی زبان سے ابھی تک کوئی لفظ نہیں نکلا۔" نیلی نے اٹھتے ہوئے کہا

"آؤ.... یہ ناشتہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے.... گونگے ہوں۔" ریتا بولی۔

"اونہہ ہوگا کچھ.... جب تک ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ ہمیں فکر مند نہ ہونا چاہئے۔"

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ خیمے سے باہر نکلی تھیں۔

یہ ایک سرسبز وادی تھی جھونپڑوں اور خیموں پر مشتمل بستی دور تک پھیلی ہوئی نظر آئی۔ لوگ خیموں اور جھونپڑوں کے باہر کام کاج میں مصروف دکھائی دیتے تھے۔

"آخر مقصد کیا ہے؟" ریتا کچھ دیر بعد بڑبڑائی۔

"محض اس چیز نے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ ورنہ یہاں ابھی تک کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔" کٹی نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"چلو.... بستی میں چلیں۔" ریتا بولی۔

"وہاں کیا دیکھنا چاہتی ہو؟"

"کچھ بھی نہیں.... بس یونہی۔"

"فضول ہے۔ کوئی نظر اٹھا کر دیکھتا تک نہیں۔"

"پھر بھی.... میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

وہ ٹہلتی ہوئی بستی میں داخل ہوئیں خود ان کا خیمہ بستی سے کسی قدر فاصلے پر تھا۔! عورتیں، مرد، بچے سب کسی نہ کسی کام میں مشغول نظر آئے۔ بعض خیموں میں بچے تعلیم

حاصل کر رہے تھے۔ وہ ایک دستکار کے قریب رُک گئیں جو اخروٹ کی لکڑی میں نقاشی کر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

وہ آدھے گھنٹے تک بستی میں گھومتی پھری تھیں۔ پھر اپنے خیمے کی طرف واپسی کے لئے مڑیں ہی تھیں کہ رینا کو وہی سب انسپکٹر دکھائی دیا۔ جس کے ساتھ وہ ڈان فاگان سمیت تنکیز کی چڑھائی پر گئی تھی۔

"تت.... تم.... بھی....!" وہ قریب پہنچ کر ہکلایا۔

"تم کیسے آئے؟" رینا نے پوچھا۔

"لمبی کہانی ہے۔ میرے ساتھیوں کا کہیں پتا نہیں۔!"

اچانک قریبی خیمے کی اوٹ سے ایک لمبا تڑنگا آدمی نکلا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک تھا۔

"شٹ اپ" اس کا چابک سب انسپکٹر کی پشت پر پڑا۔ اور وہ اچھل کر دور جا کھڑا ہوا پھر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ آدمی تلخ لہجے میں بولا۔ "غیر عورتوں سے ہمکلام ہونا یہاں جرم ہے۔ سمجھے۔"

وہ دم بخود کھڑے رہ گئے۔ سب انسپکٹر کے چہرے پر حیرت، غصہ اور نفرت کے ملے جلے آثار نظر آرہے تھے پھر یہ تینوں اپنے خیمے کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔

وہ کسی قسم کا شور سن کر بیدار ہوئے۔ آنکھ کھلتے ہی اپنی حالت کا احساس ہوا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ بے شمار بچوں میں گھرے ہوئے تھے.... بچے! جو ہنس رہے تھے تالیاں بجا رہے تھے۔

"اتنے بڑے بڑے بندر.... ہاہا....!"

"یہ کیا مصیبت نازل ہوئی؟" ظفر کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"خبردار.... ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلے.... بچے ہمیں دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں۔" عمران بے حد خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔

"میں تو اتارتا ہوں اس منحوس لباس کو۔"

"اس کے بعد یہی بچے تم پر پتھراؤ کریں گے کیونکہ ان نامعقولوں نے ہمارے جسم پر ہمارے

انڈر ویئر بھی نہیں رہنے دیئے تھے اور پھر بندر رہنے میں فائدہ ہی ہے۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ خدار سیدہ بچے ہماری طرف مونگ پھلیاں بھی پھینکیں۔ کیا تمہیں بھوک نہیں لگ رہی نواب زادے۔!"

دفعتاً دو آدمی وہاں پہنچ گئے اور بچوں کو برا بھلا کہنے لگے۔

"تمہیں شرم نہیں آتی بے زبانوں کو ستاتے ہوئے.... چلو بھاگ جاؤ۔ بھاگو.... جلدی ورنہ سزا ملے گی۔"

سزا کا نام سنتے ہی بچے بھاگ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے عمران اور ظفر الملک کو چمکارنا شروع کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو بے بسی سے دیکھا اور ہنس پڑے۔

"خوش ہو رہے ہیں۔" چمکارنے والوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"چلو.... انہیں کسی محفوظ مقام پر پہنچادیں۔ ورنہ بچے پھر پریشان کریں گے۔" دوسرا بولا۔

اور عمران پھر ہنس پڑا۔ شاید زندگی میں پہلی بار دل سے ہنسا تھا۔

وہ انہیں چمکارتے ہوئے ایک طرف بڑھے اور عمران نے ظفر الملک کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ اب دونوں ان کے پیچھے چل رہے تھے۔

"سدھائے ہوئے لگتے ہیں۔!" ایک بولا۔

"اتنے شریف بندر آج تک میری نظر سے نہیں گزرے۔" دوسرے نے کہا۔

"اب ہم دونوں انگریزی میں گفتگو کریں گے تاکہ بالکل ہی بندر سمجھ لیں۔" عمران نے آہستہ سے ظفر الملک سے کہا۔

وہ دونوں بستی میں داخل ہوئے۔ سرسبز پہاڑوں کے درمیان دور تک خیمے اور جھونپڑے بکھرے ہوئے تھے۔

بستی سے الگ تھلگ ایک خیمے کے قریب پہنچ کر ان میں سے ایک نے بلند آواز میں کہا۔ "معزز خواتین ذرا باہر آیئے۔"

تین یوریشین لڑکیاں باہر نکلی تھیں اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں بندروں کو دیکھنے لگی تھیں۔ پھر عمران نے ان کے چہروں پر خوف زدگی کے آثار دیکھے۔

"یہ نہایت شریف اور سلیم الطبع بندر ہیں۔" ایک نے ان سے کہا۔ "ہم چاہتے ہیں کہ فی

الحال آپ انہیں اپنی نگرانی میں رکھئے۔ بستی کے شریر بچے انہیں پریشان کر رہے ہیں۔"

"لل.... لیکن...." رینا ہکلائی۔

"یقین کیجئے.... بے حد شریف ہیں۔" اس نے بندروں کی طرف مڑ کر کہا۔ "ان معزز خواتین کو جھک کر سلام کرو۔"

ظفر الملک اکڑا کھڑا رہا۔ لیکن عمران بڑے ادب سے جھک کر کورنش بجالایا تھا۔

"دیکھا آپ نے.... بالکل بے ضرر ہیں۔!"

"نہیں.... نہیں.... نیلی اور کٹی بے ساختہ بولیں۔

"آپ جانتی ہیں کہ انکار کی صورت میں آپ کو سزا بھگتنی پڑے گی۔" دوسرے نے سرد لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں عمران اور ظفر الملک کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔

"آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔!" عمران آواز بدل کر بولا۔ "ہم یہیں باہر بیٹھے رہیں گے بس آپ ہمیں اس بستی کے افلاطون بچوں سے بچائے رکھئے گا۔"

"کیا تم اس بستی کے نہیں ہو؟" رینا نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ کہیں اور سے پکڑ کر لائے گئے ہیں اور ہم لوگ محض دیکھنے کے بندر نہیں ہیں ہمیں بھوک بھی لگتی ہے۔"

"ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ ہم خود کہیں اور سے پکڑ کر لائے گئے ہیں۔" رینا نے مغموم لہجے میں کہا۔

"آپ تینوں ایک دوسری کو جانتی ہیں؟" عمران نے پوچھا اور رینا چونک کر اُسے گھورنے لگی پھر بولی۔ "ہاں.... ہاں.... کیوں نہیں.... سردار گڑھ میں ہم تینوں ساتھ تھیں۔"

اچانک ایک تیسرا بندر دکھائی دیا جو انہیں کی طرف دوڑا آرہا تھا۔ قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا۔ "مس رینا.... میں انسپکٹر ہوں۔"

"اوہ.... لل.... لیکن.....!"

"وہ مجھ پر تشدد کر رہے ہیں۔ یہ نامعقول لباس پہنا کر کہا ہے کہ اس کو اتارنے کی کوشش زندگی سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہوگی۔ اور پھر آپ لوگوں کے پاس بھیج دیا۔" وہ خاموش ہو کر ظفر اور عمران کو گھورنے لگا۔

"ہم صرف بندر ہیں۔ کیا آپ بندروں کے انسپکٹر ہیں جناب....!" عمران نے بدلی ہی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"بکواس مت کرو۔" انسپکٹر غرایا۔ "ٹھیک بتاؤ تم کون ہو؟ ورنہ کھال اتار دوں گا۔"

"ضرور کھال اتار دو ہماری اور خواتین سے گالیاں کھاؤ۔"

"یہ کون بدتمیز ہیں؟" انسپکٹر نے پھاڑ کھانے والے انداز میں رینا سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی.... دو آدمی انہیں بھی ہمارے حوالے کر گئے ہیں!"

"کوئی بھی ہوں۔ میں انہیں ٹھیک کر دوں گا۔"

"انسپکٹر صاحب! یہ آپ کا تھانہ نہیں ہے۔" عمران چڑھانے والے انداز میں بولا۔ "مرغا بنوا دوں گا۔"

"یہ.... یہ....!" انسپکٹر رینا کی طرف مڑ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہیں کے معلوم ہوتے ہیں۔"

رینا کچھ نہ بولی۔ اتنے میں ایک آدمی ٹھیلے پر ترکاریاں رکھے ہوئے خیمے کے قریب پہنچا اور لڑکیوں سے بولا۔ "اپنے بندروں کے لئے جو کچھ لینا چاہیں۔ لے لیں۔"

عمران نے ٹھیلے والے سے کہا۔ "اے بھائی! ہم دونوں بہت ہی کلچرڈ قسم کے بندر ہیں کچی ترکاریاں نہیں کھاتے۔"

"اور ہمارے پاس ابالنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔" رینا بولی۔

"اچھا.... اچھا۔" ٹھیلے والا سر ہلا کر بولا۔ "اُبلی ہوئی آجائیں گی لیکن براہِ کرم آپ ان تینوں کو اندر لے جایئے ورنہ بچے پریشان کریں گے۔"

وہ ٹھیلا دھکیلتا ہوا پھر بستی کی طرف چلا گیا۔

"چلو اندر...." رینا نے مردہ سی آواز میں اُن سے کہا۔

خیمے کے اندر پہنچ کر انسپکٹر نے رینا سے پوچھا۔ "یہ دونوں وہی لڑکیاں ہیں نا جو پہلے اٹھائی گئی تھیں؟"

"ہاں وہی ہیں۔!"

"تم کیسے آئیں....؟"

"پہلے تم بتاؤ۔!"

ہم اس درے سے گزرے جس میں اس ہپی کے گولی لگی تھی۔ دوسری طرف ایک چشمہ تھا۔ چشمے والی چٹان کے اوپر ہمیں ایک آدمی نظر آیا جس پر عقاب جھپٹے مار رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تالاب میں آگرا اور غرق ہو گیا۔ پھر ہم نے اس کی لاش نکال لینے کی مہم شروع ہی کی تھی کہ ایک بار پھر گیس کے بم کے دھماکے نے ہمیں ناکارہ کر دیا۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو خود کو اس بستی میں پایا۔ پتا نہیں میرے ماتحتوں اور ڈان فاگان پر کیا گزری۔"

"وہ بھی ساتھ تھا۔؟" ریتا نے پوچھا۔

"ہاں.... اور یہ اسی نامعقول آدمی کی تجویز تھی جس نے پتہ نہیں کس طرح ہمارے ایس پی صاحب کو مرعوب کر لیا تھا۔"

"عمران؟"

"ہاں.... مت نام لو اس کا۔ اسی کی وجہ سے اس حال کو پہنچا ہوں۔ اب تم بتاؤ۔"

ریتا نے اپنی کہانی شروع کی جس کے اختتام پر انسپکٹر بولا۔ "دیکھا تم نے کتنا پاگل آدمی ہے.... ہونہہ.... تمہیں مرد بنا کر ساتھ لئے پھر رہا تھا۔"

"کچھ بھی ہو.... بندر کا خاتمہ تو اس نے کر ہی دیا۔ جو ان لوگوں کو عورتوں کے پیچھے لگائے پھرتا تھا۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔!"

ریتا کچھ نہ بولی انسپکٹر عمران اور ظفر کو دیکھنے لگا۔

عمران سر ہلا کر بولا۔ "ہمارے ساتھ کوئی کہانی نہیں ہے۔ ہم دونوں پیدائشی بندر ہیں والد صاحب افریقہ سے لائے گئے تھے اور والدہ صاحبہ نیوزی لینڈ سے تعلق رکھتی تھیں۔"

"تم سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے۔" انسپکٹر کو غصہ آ گیا۔

عمران نے ظفر سے کہا۔ "تم کچھ خیال نہ کرنا۔ یہ بندروں کے انسپکٹر ہیں۔ انہیں حق حاصل ہے کہ معمولی بندروں سے اسی طرح پیش آئیں۔"

"خدا کے لئے تم ہی اپنی زبان بند رکھو۔" ریتا نے ان دونوں سے استدعا کی۔

"آپ کہتی ہیں تو اب نہ بولیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد ان کے لئے بہت بڑے طشت میں اُبلی ہوئی ترکاریاں لائی گئیں۔

"تو کیا یہ مردود ہمیں سچ مچ بندروں ہی کی طرح ٹریٹ کریں گے؟" انسپکٹر بڑبڑایا۔

"ہمیں تو بہتر کھانا مل رہا ہے۔" کٹی چہک کر بولی۔

"آدمی اپنی مادہ کی بہت عزت کرتے ہیں۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

پھر تینوں بندروں نے پیٹ بھر کر اُبلی ہوئی ترکاریاں کھائی تھیں اور ایک طرف بیٹھ کر اُونگھنے لگے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ ترکاریوں میں کوئی خواب آور چیز بھی شامل تھی۔" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور لڑکیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر ہم سو جائیں تو ہماری شکلیں دیکھنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"کیوں۔" ریتا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بس کہہ دیا۔ احتیاط رکھنا۔ ورنہ یہ لوگ تمہیں بڑی سخت سزا دیں گے۔"

"دِ.... دیکھا تم نے...؟" انسپکٹر بولا۔ "میں نہ کہتا تھا کہ یہ دونوں انہیں کے آدمی ہیں۔"

"ہم بندر ہیں۔ انسپکٹر پلیز...." عمران نے رُک رُک کر کہا۔

وہ گہری نیند سوئے تھے اور پھر سب سے پہلے عمران کی آنکھ کھلی تھی۔ وہ اٹھ بیٹھا تھا اور ظفر کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ بات یہ تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے ہی سو گئے تھے اور ایک دوسرے پر لدے پڑے خراٹے لیتے رہے تھے۔

انسپکٹر بھی جاگ پڑا اور بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "ارے ہم زمین ہی پر سو گئے تھے۔"

"اور نہیں تو کیا آسمان پر سونے کا ارادہ تھا۔" عمران نے مضحکانہ انداز میں پوچھا۔

"تم مجھ سے بات نہ کرو...." انسپکٹر غرایا۔

میں عرض کر رہا تھا انسپکٹر صاحب کہ پلنگ معزز خواتین کے لئے ہیں۔ ہم بندر رات کو بھی زمین ہی پر سوئیں گے۔

"میں کہتا ہوں.... مجھ سے بات نہ کرو۔"

"بہت اچھا....!" عمران نے بندر ہی کی چہکار میں کہا اور لڑکیاں ہنس پڑیں۔

ظفر شروع سے اب تک خاموش ہی رہا تھا عمران کو بدلی ہوئی آواز میں گفتگو کرتے سُن کر ہی

اس نے خود بولنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی آواز قابو میں نہ رکھ پاتا۔

لڑکیوں کے لئے شام کی چائے آئی تھی اور بندروں کے لئے اُبلے ہوئے چنے لائے گئے تھے۔

عمران نے لڑکیوں سے کہا۔ "اگر تم اپنے حصے کی چائے کی خیرات نکال سکو تو ہمارا بھی بھلا ہو جائے گا.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ رات تک سر پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے۔"

"ضرور.... ضرور.... ہم تمہاری مدد کریں گے۔" ریتا نے کہا۔

چائے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دو آدمی جو اچھے لباس میں تھے۔ لڑکیوں سے اجازت طلب کر کے خیمے میں داخل ہوئے۔

ایک نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ "معزز خواتین اور مہمان بندرو.... اب آپ کو ہماری ایک خصوصی تقریب میں شرکت کرنی ہے۔"

"ضرور.... ضرور...." کٹی خوش ہو کر بولی۔

"تو پھر چلئے۔"

"ہم کیا تقریب میں بھی بندر ہی رہیں گے۔" عمران نے پوچھا۔

"اس میں کوئی شبہ نہیں۔!"

"اس تقریب میں بچے تو نہ ہوں گے۔"

"یقیناً ہوں گے۔ لیکن بہترین ڈسپلن کا مظاہرہ کریں گے۔

"ہم آدمی ہیں بندر نہیں۔ صبح بچوں نے پریشان کیا تھا۔"

"دراصل انہوں نے اتنے بڑے بڑے بندر پہلی بار دیکھے تھے۔ محض خوشی اور حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ کسی نے پتھر تو نہیں مارا تھا۔"

"نہیں.... بالکل نہیں.... خدا ان کی عمریں دراز کرے۔ بے حد شائستہ بچے تھے۔"

"شکریہ.... اچھا اب اٹھو۔"

وہ خیمے سے باہر نکلے۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لوگ بستی چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے ہوں۔

وہ چلتے رہے حتیٰ کہ بستی بہت پیچھے رہ گئی۔ لڑکیاں تھکن کی شکایت کر رہی تھیں۔

پھر وہ ایک چھوٹے سے میدان میں پہنچے جہاں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی شاید پوری

بستی کے لوگ وہیں اکٹھا ہو گئے تھے۔ عورت مرد، بوڑھے، بچے.... لیکن ایسا سناٹا تھا جیسے وہ کوئی ماتمی تقریب ہو۔ ان بندروں کو دیکھ کر بھی بچوں نے شور نہ مچایا۔

"خدا کی پناہ....!" انسپکٹر بڑبڑایا پھر ریٹا سے بولا۔ "وہ ادھر دیکھو.... اس اونچی چٹان پر.... کیا وہ ڈان فاگان نہیں ہے۔"

"آ.... ہاں.... ہے تو.... لیکن۔"

ڈان فاگان اس چٹان پر تنہا کھڑا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سناٹا اسی کے لئے ہو.... اسی کی وجہ سے مجمع کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ عمران وغیرہ کی راہنمائی کرنے والے بھیڑ میں راستہ بناتے ہوئے انہیں اسی چٹان کی طرف لئے جا رہے تھے۔

چٹان کے قریب پہنچ کر وہ دونوں رک گئے اور ان سے اوپر جانے کو کہا۔ وہ ہچکچائے تھے لیکن عمران نے پہل کی۔ ظفر اس کے پیچھے تھا۔ پھر دوسروں کو بھی اس کی تقلید کرنی پڑی تھی۔

سب انسپکٹر نے اوپر پہنچتے ہی ڈان فاگان سے پوچھا۔ "ان لوگوں نے تمہیں بندر نہیں بنایا؟"

عمران تیز سیٹی کی سی آواز میں بندروں کی طرح چچیایا۔ ڈان فاگان تیزی سے اس کی طرف مڑا تھا۔

"میں تمہیں پہچانتا ہوں...." ڈان فاگان نے قہر آلود لہجے میں اس سے کہا۔

عمران پھر چچیایا۔

"خاموش رہو۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہی ان حرکتوں کے ذمہ دار ہو!" انسپکٹر تلخ لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

"تم ٹھیک سمجھے۔!" ڈان فاگان نے لاپرواہی سے کہا۔

"میرے ماتحت اور دونوں شکاری کہاں ہیں۔؟"

"وہ لوگ غیر ضروری تھے اس لئے اپنے گھروں تک پہنچ گئے ہوں گے۔"

ظفر کچھ بولنا ہی چاہتا تھا لیکن عمران نے اس کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"میں کیوں ضروری ہوں.... اور وہ ضرورت کیا ہے....؟" انسپکٹر بھی بولا۔

"بس اب خاموش رہو۔" ڈان فاگان ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں بولا اور پھر چیخ چیخ کر نیچے

کھڑے ہوئے لوگوں سے کہنے لگا تھا۔ "ساتھیو.... ! تمہارے لئے ایک خوش خبری ہے یہ تینوں لڑکیاں تمہارے لئے تفریح مہیا کریں گی۔ اب یہ تمہارے درمیان ہی رہیں گی۔"

تالیوں کے شور میں وہ خاموش ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی اسے حیرت سے دیکھے جا رہے تھے کیونکہ اسپیکر نے مجمع سے اردو میں خطاب کیا تھا۔

"ہم اس پر تیار نہیں ہیں۔" دفعتاً ریتا جھلا کر بولی۔

"کیا تم ان تین بندروں کو بہت بڑی طاقت سمجھتی ہو؟" ڈان فاگان نے حقارت سے کہا۔

"ایک منٹ!" عمران نے بدلی ہوئی آواز میں دخل اندازی کی۔ "آخر تم لوگ کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو؟"

"ہم دنیا کے بہت ہی ترقی یافتہ لوگ ہیں اور دنیا میں امن چاہتے ہیں۔"

"عورتوں کا جبری اغوا ترقی ہے یا امن پسندی۔!"

"وقتی ضرورت.... یہ ہماری لڑکیوں کو رقص کی تربیت دیں گی۔ اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی انہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔"

"اچھی بات ہے.... تو پھر ہم تینوں واپس جا رہے ہیں۔"

"کوشش کر کے دیکھو...." ڈان فاگان نے استہزائیہ انداز میں کہا۔ اگر ہم سے بچ گئے تو اس ملک کے سرحدی محافظ تمہیں گولیوں کا نشانہ بنا دیں گے۔"

"اچھا تو پھر ہمارا مصرف بھی بتاؤ۔!"

"تمہارے ذہنوں سے صدیوں کا زنگ اور میل کچیل صاف کر کے تمہیں ایک ترقی یافتہ آدمی بنا دیں گے۔ فی الحال ہماری ذہنی سطح کے اعتبار سے تم صرف بندر ہو۔ چھین جھپٹ کر کھانے والے۔!"

"اوہ.... تو.... تم یہاں اس علاقے میں اپنے قدم کس طرح جما سکے یہاں کی حکومت تمہیں کس طرح برداشت کر رہی ہے؟"

"ہم یہاں ایک نئے طریق کار کا تجربہ کر رہے ہیں۔ تم دیکھ ہی لو گے۔" ڈان فاگان بولا۔

"تمہیں رقص کرنا چاہئے۔" دفعتاً عمران نے ریتا کی طرف مڑ کر کہا۔ "یہ سب اچھے لوگ معلوم ہوتے ہیں.... ہاں.... ہاں.... کوئی بات نہیں.... چلو۔"

پھر ایک ٹیپ ریکارڈر سے رقص کے لئے موسیقی شروع ہوئی تھی اور تینوں نے ناچنا شروع کر دیا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی یہ تقریب اختتام کو پہنچی تھی اور مجمع بستی کی طرف چل پڑا تھا۔

"تم تینوں میرے ساتھ چلو گے۔" ڈان فاگان نے عمران کو مخاطب کر کے کہا۔ "اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ پوری بستی کا خاتمہ کر دینے کے باوجود بھی تم لوگ ان پہاڑوں کے اس پار نہیں پہنچ سکو گے۔"

"ہمیں واپسی کی جلدی نہیں ہے۔" عمران بے حد نرم لہجے میں بولا۔ "لیکن اس بیہودہ لباس سے تو ہمیں چھٹکارا دلاؤ۔"

"فی الحال یہ بھی ناممکن ہے میرے دوست! ہم اپنے طریق کار کو بدل نہیں سکتے بتدریج تمہیں بندر سے آدمی بنائیں گے۔"

"اچھا.... دُم ہی اکھاڑ دو۔"

"بچوں کی طرح ضد نہ کرو.... تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔"

"خیر....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"میری یادداشت واپس لانے کے لئے تم نے جو حرکت کی تھی۔ اُسے معاف کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب....؟" انسپکٹر چونک کر بولا۔

"کچھ نہیں.... کچھ نہیں.... فکر نہ کرو...." عمران نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

لڑکیاں وہاں سے لے جائی جا چکی تھیں۔ ڈان فاگان کے ساتھ وہ تینوں بستی میں آئے۔ ان کے لئے بستی کے وسط میں ایک خیمے کا انتظام کیا گیا تھا۔

"اب میں جا رہا ہوں۔" ڈان فاگان نے کہا۔ "کل تم یہاں بہت کچھ دیکھو گے۔" وہ چلا گیا۔ یہ تینوں خاموشی سے اپنے اپنے بستروں پر جا بیٹھے۔

رات کے کھانے میں بھی اُبلی ہوئی ترکاریاں ہی ملیں۔ انسپکٹر بھنا کر بولا۔ "سچ مچ بندر بنا کر رکھ دیا ہے۔"

ڈان فاگان کے ریمارک کے بعد سے عمران نے بدلی ہوئی آواز میں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی اور اب انسپکٹر کا رویہ بھی بدل گیا تھا۔ اس نے عمران سے الجھنے کی

کوشش نہیں کی تھی۔

"سنو دوست!" اس نے انسپکٹر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اس لڑکی رینا کو نہ معلوم ہونے پائے کہ میں عمران ہوں۔ ورنہ وہی مجھے بندر سے آدمی بنا کر رکھ دے گی۔ آہاں.... ذرا ایک بات تو بتانا۔"

"پوچھئے...."

"کیا وہ آدمی بھی ہماری ہی طرح بندر تھا۔ جسے عقاب نے چٹان سے تالاب میں گرایا تھا۔"

"نن.... نہیں.... وہ خاکی لباس میں تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اس طرف کے سرحدی محافظوں میں سے تھا۔"

"اوہ....!" عمران کسی سوچ میں پڑ گیا۔

دوسری صبح ناشتے میں بھی انہیں اُبلی ہوئی ترکاریاں ہی ملی تھیں۔

"چائے کے بغیر تو میری زندگی محال ہے۔" ظفرالملک بڑبڑایا۔

"ان کا کرم ہے کہ ترکاریاں اُبلی ہوئی ملتی ہیں۔ بندروں کے لئے چائے کہاں بنواتے پھریں گے۔ ویسے مجھے یہ برین واشنگ کا ابتدائی کورس معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" انسپکٹر چونک پڑا۔

"ارے اسی طرح ترکاریاں نصیب ہوتی رہیں تو ہم ہاں میں ہاں ملانے کے فن میں ماہر ہو جائیں گے۔ خدا کی پناہ شاہینوں کو ابلی ہوئی ترکاریاں کھلا رہے ہیں۔"

نو بجے کے قریب ایک آدمی خیمے میں داخل ہوا۔ جو ٹامی گن سے مسلح تھا۔ اس نے انہیں خیمے سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔

خیمے کے باہر ڈان فاگان دوسرے مسلح آدمی کے ساتھ کھڑا تھا۔

"میرے پیچھے آؤ...." اس نے ان تینوں سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

مسلح آدمی اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ پھر یہ تینوں تھے اور ان کے پیچھے دوسرا مسلح آدمی تھا۔ لڑکیوں کے خیمے کے قریب پہنچے تو وہ بھی باہر ہی کھڑی نظر آئیں۔ ان کے پاس بھی ایک آدمی ٹامی گن لئے موجود تھا۔ اسے عمران نے پہچان لیا۔ یہ وہی تھا جسے اس نے سیاہ فام وحشیوں کے ساتھ گرفتار کیا تھا۔ وہ ان تینوں کو کینہ توز نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

تینوں لڑکیاں بھی ان کے ساتھ ہولیں۔ اب تین مسلح آدمی ان کی نگرانی کر رہے تھے۔

"کیا ہم ان لڑکیوں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔" عمران نے بدلی ہوئی آواز میں ڈان فاگان سے پوچھا۔

"اجازت ہے۔!"

"رات کیسی گزری؟" عمران نے رینا کو مخاطب کیا۔

"تم لوگ اپنی کہو۔!"

وہ تینوں بیزار بیزار سی لگ رہی تھیں۔ اس لئے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ عمران بھی خاموش ہو گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں چاروں طرف اونچی اونچی نوکیلی چٹانیں تھیں۔

"میں تم لوگوں کو ایک تماشہ دکھاؤں گا۔" ڈان فاگان ان کی طرف مڑ کر بولا۔

"ہم تماشوں کو تماشہ دکھاؤ گے۔" عمران ہنس پڑا۔

"مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے کہ تم بے حد خطرناک آدمی ہو۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک۔"

"اڑائی ہو گی کسی دشمن نے۔ میں تو ان تینوں لڑکیوں کو واپس لے جانا چاہتا ہوں۔ مجھے تمہاری بستی سے کوئی سروکار نہیں۔"

"میں تمہیں یہی دکھانا چاہتا ہوں کہ تم ایسا نہ کر سکو گے۔ پچھلی رات ایک بندر بستی سے فرار ہو گیا ہے.... وہ یہاں سے نکل جانے کے راستے سے واقف تھا۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں چھپا ہو گا۔"

"اچھا.... تو پھر۔!"

"اس کے فرار کا منظر تم بھی دیکھ لو۔"

عمران کچھ نہ بولا.... چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔

سب انسپکٹر اس کے قریب کھسک آیا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "اگر ایک ٹامی گن بھی ہوتی تو کسی نہ کسی طرح نپٹ لیا جاتا.... تین تین ہیں۔"

"تم لوگ ادھر بیٹھ جاؤ۔" ڈان فاگان بولا۔ "ہو سکتا ہے ابھی دیر لگے.... لیکن تم وہ دلچسپ منظر ضرور دیکھو گے۔ مجھے یقین ہے۔!"

بتائی ہوئی جگہ پر بیٹھ جانے کے بعد عمران نے ڈان فاگان کو مخاطب کیا۔ "اس میں کیا

مصلحت تھی کہ پہلی بار تم سڑک کے کنارے بیہوش پائے گئے تھے۔؟"

"تیسری لڑکی ہاتھ نہیں آسکی تھی۔ اس کا حصول بھی ضروری تھا۔ اچھا... اچھا... میں تمہیں پوری کہانی سناتا ہوں۔ وہ بیچارے یہ نہیں جانتے تھے کہ میں اُردو بھی بول اور سمجھ سکتا ہوں۔"

'میں بیچارہ بھی نہیں جانتا تھا۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "اور اب پوری کہانی میں ہی تمہیں سنا سکوں گا.... تمہیں علم تھا کہ لڑکی میرے ساتھ ہو گی تمہاری موجودگی ہی میں ایس پی کو میں نے اپنی اسکیم بتائی تھی اور بد قسمتی سے اُردو میں بتائی تھی۔"

"تم کتنی زبانیں بول اور سمجھ سکتے ہو۔"

"انگریزی اور اسپینی۔!"

"میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ تمہیں فرنچ اور جرمن بھی آتی ہوں گی۔ یورپی زبانوں کے شائقین کے لئے اسپینی بہت بعد کی چیز ہے۔ خیر ہو گا۔" وہ شانوں کو جنبش دے کر بولا۔

"مجھے اس سے کیا سروکار۔ ہاں مجھے تمہاری اسکیم کا علم تھا۔ میں نے اس پارٹی کو ٹھکانے لگادینے کے بعد جس کے ساتھ خود تھا تمہاری تلاش شروع کر دی تھی۔ لیکن لڑکی تمہارے ساتھ نہیں تھی وہ تورات کو بندرنے....!"

مجھے اس کے مارے جانے پر افسوس ہے۔ لیکن یہ ناگزیر تھا اسے چھوٹ دیتا تو ڈاڑھی والی لڑکی پکڑی جاتی۔"

"تو یہ تم ہو....!" ریناچیخ کر عمران کی طرف لپکی۔

"وہیں.... ٹھہرو....!" ڈان فاگان ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں بولا۔

رینا رک کر اُسے خون خوار نظروں سے گھورنے لگی۔

"ہاں.... ہاں.... اُدھر ہی بیٹھو...." عمران نے سر ہلا کر کہا۔ اور چند لمحے خاموش رہ کر ڈان فاگان سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ تماشہ خوش گوار نہ ہو گا۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔!" ڈان فاگان کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ نظر آئی۔

"اس لئے اگر ان لڑکیوں کو یہاں سے ہٹادو، تو بہتر ہو گا۔"

"انہیں بھی دیکھنا چاہئے۔" خشک لہجے میں جواب ملا۔

تینوں مسلح آدمی ٹامی گنیں سنبھالے ان کی طرف نگران تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان

سے کسی قسم کی حرکت سرزد ہوتے ہی نامی گنیں گولیاں اُگلنا شروع کردیں گی۔

''یہ خاموشی گراں گزر رہی ہے۔'' ظفرالملک بولا۔

''اچھا تو پھر تم ہی کچھ گاؤ۔'' عمران نے کہا۔

انسپکٹر نے غصیلی نظروں سے ظفر کی طرف دیکھا تھا۔ شاید وہ خاموشی ہی چاہتا تھا۔

''تمہیں کس سے اطلاع ملی تھی کہ میں بہت خطرناک آدمی ہوں۔'' عمران نے ڈان فاگان سے پوچھا۔

''اپنے ایک ایجنٹ سے جو مستقل طور پر سردار گڑھ میں رہتا ہے۔ جیسے ہی تم میری یادداشت واپس لائے تھے۔ اس نے تمہاری چھان بین شروع کردی تھی۔''

''میں گاؤں؟'' دفعتاً ریناز ور سے بولی۔ ''واقعی اس خاموشی میں بڑی گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔''

''اے سی نور ڈان فاگان!'' عمران جھلا کر بولا۔ ''میں کہتا ہوں ان احمقوں کو یہاں سے ہٹا دو تاکہ ہم اطمینان سے گفتگو کرسکیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' وہ عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ پھر ایک مسلح آدمی سے کہا کہ وہ انہیں پیچھے والی چٹان کے عقب میں لے جائے اور کڑی نگرانی میں رکھے۔

''ہاں.... اب بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو۔'' ڈان فاگان نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

اب وہاں دو مسلح آدمیوں اور ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

عمران اس سے کسی قدر قریب ہوتا ہوا بولا۔ ''اگر تمہارے ایجنٹ نے میرے متعلق مکمل معلومات فراہم کی ہیں تو تمہیں میری دکھ بھری زندگی سے پوری طرح آگاہی ہوگئی ہوگی۔!''

''ہاں تمہارا پیشہ ایمان داری پر مبنی نہیں ہے۔ پولیس اور مجرموں کو بلیک میل کرکے زندگی بسر کرتے ہو۔''

''بس میرا قصور یہ ہے کہ صورت سے اسمارٹ نہیں لگتا۔ اسی لئے ابھی تک کوئی ڈھنگ کی ملازمت نہ مل سکی۔ تم مجھے اپنی بستی کا احوال بتاؤ۔ شاید میری برین واشنگ کی ضرورت پیش نہ آئے۔''

''تم ایک نیم وحشی معاشرے سے تعلق رکھتے ہو۔!'' ڈان فاگان بولا۔ ''تمہارا معاشرہ لٹیروں اور بھکاریوں کا معاشرہ ہے تم ان درندوں کے نقال ہو جو خلائی دوڑ کو آدمی کی ترقی سمجھتے ہیں۔''

"بالکل.... بالکل۔!"

"آدمی کی سب سے بڑی ترقی یہ ہے کہ وہ اپنے مال میں دوسروں کو بھی حصہ دار بنائے یہاں ہم سب ایک دوسرے کے لئے کماتے ہیں۔ کوئی شخص اپنی محنت کے ثمرے پر صرف اپنا ہی حق نہیں جتاتا۔ ہم اپنی ساری آمدنی یک جا کر کے ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق....!"

"میں بالکل سمجھ گیا.... تم درندے نہیں ہو لیکن جس کھیل کے لئے تم ہم لوگوں کو یہاں لائے ہو اس کا کیا جواز ہے۔؟"

"تم کیا سمجھتے ہو....!"

"یہی کہ.... تمہارا قیدی جب فرار کے راستے پر لگے گا تو اچانک اس پر عقاب ٹوٹ پڑیں گے اور وہ بلندی سے نیچے آ رہے گا۔"

"واقعی ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"تم چاہو تو اسے بچا بھی سکتے ہو۔"

"میں نہیں بچانا چاہتا۔" ڈان فاگان غصیلے لہجے میں بولا۔

"پس ثابت ہوا کہ تم بھی ہماری ہی طرح نیم وحشی ہو۔ سزا اور انتقام بھی حیوانی جبلتوں کی پیداوار ہیں۔ تم چاہتے تو اسے دوبارہ گرفتار کر کے اسے اپنی قید میں رکھ سکتے تھے لیکن تم محض اس لئے اس کی زندگی کا خاتمہ کر رہے ہو کہ ہم عبرت پکڑ سکیں اور یہاں سے نکل بھاگنے کا تصور تک نہ کر سکیں۔"

"تم ٹھیک سمجھے....!" ڈان فاگان اسپینی میں غرایا۔ "تم اسپینی سمجھ سکتے ہو.... اس لئے میں تم سے اسی زبان میں گفتگو کروں گا۔"

اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر دہاڑا۔ "میں بے ضمیر نہیں ہوں۔ سب کچھ سمجھتا ہوں.... لیکن مجبور ہوں۔ تم مجھے باس سمجھتے ہو گے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ تینوں مسلح آدمی مجھ پر حکومت کرتے ہیں۔ میری ذہانت اور میرا علم ان تین وحشی درندوں کا تابع فرمان ہے۔ ان کی نامی گنیں مجھے ان کے بنائے ہوئے سانچوں میں ڈھالتی رہتی ہیں۔"

"ارے.... تم کتوں کی طرح کیوں بھونکنے لگے؟ میں کچھ نہیں سمجھا۔" عمران نے اردو میں کہا۔

"شاباش....!" ڈان فاگان نے بدستور غصے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسپینی ہی استعمال کی "واقعی بہت ذہین معلوم ہوتے ہو۔ان پر ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا کہ تم میری مادری زبان سمجھ سکتے ہو....!"

"یہ کیا بک رہا ہے...." عمران نے مسلح آدمیوں کی طرف مڑ کر کہا۔

"غصہ آگیا ہے شائد...." ایک بولا۔

"تو کیا غصے میں بھونکنے لگتا ہے....؟"

"نہیں....اس کی مادری زبان اسپینی ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ....!"

اچانک سامنے والی بلند بالا چٹان سے پے در پے چیخیں سنائی دیں اور ایک آدمی لڑھکتا ہوا نیچے آپڑا۔

اُدھر کئی عقاب فضا میں چکرا رہے تھے۔ نیچے گرنے والا بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ اس کے جسم پر بھی ویسا ہی لباس نظر آیا جیسا عمران اور اس کے ساتھیوں کے جسموں پر منڈھا گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ تینوں بالکل ساکت صامت کھڑے رہے۔

پھر عمران گرنے والے کی طرف جھپٹا.... کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چٹان سے گرنے والا مر چکا تھا۔ عمران گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ دفعتاً اس نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔

"ارے....ارے"۔ ڈان فاگان بڑبڑایا۔ پھر مسلح آدمیوں سے بولا۔"دیکھو....اسے ہٹاؤ وہاں سے۔"

وہ دونوں آگے بڑھے۔ پہلے انہوں نے عمران سے ہٹ جانے کو کہا لیکن اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔ آخر کار ان میں سے ایک نے بائیں ہاتھ سے عمران کا بازو پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ تو اچھل کر دور جا پڑا تھا اور اس کی ٹامی گن عمران کے ہاتھ میں نظر آئی تھی پھر اس ٹامی گن کا دستہ دوسرے مسلح آدمی کے سر پر پڑا۔ پہلے آدمی نے عمران پر دوبارہ جست لگائی اور منہ کی کھائی۔ ٹامی گن کا دستہ اس کی کنپٹی پر پڑا تھا۔ پھر جتنی دیر میں ڈان فاگان

قریب پہنچتا وہ دونوں بے حس و حرکت ہو چکے تھے۔

"وہیں ٹھہرو....." عمران اس کی طرف دیکھ کر غرایا۔

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"سمجھاؤ....." عمران نے رازدارانہ انداز میں اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک عمران کا جچا تلا ہاتھ اس کی کنپٹی پر پڑا۔ اور وہ بھی چکرا کر ڈھیر ہو گیا۔ پھر دوسری ٹامی گن زمین سے اٹھاتے ہوئے اس نے اس چٹان کی طرف دیکھا جس کے پیچھے تیسرا مسلح آدمی اس کے ساتھیوں کو لے گیا تھا۔

وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھا۔ دونوں ٹامی گنیں ایک جگہ چھپا دیں پھر اس چٹان پر چڑھنے لگا جس کی دوسری طرف اس کے ساتھی موجود تھے۔

چٹان ناقابلِ عبور نہیں تھی۔ اوپر پہنچ کر بڑی احتیاط سے اس نے دوسری طرف جھانکا۔ وہ سب بیٹھے ہوئے تھے۔ مسلح آدمی کی پوزیشن اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد وہ پھر اس چٹان کے نیچے اتر آیا۔ اب وہ اس طرف چل پڑا جدھر سے گزر کر وہ لوگ اس چٹان کے پیچھے پہنچے تھے۔

مسلح آدمی کی پشت پر پہنچ کر اس نے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ بیٹھا۔ ٹامی گن اس کی گرفت سے نکل کر دور جا پڑی۔ ظفر الملک نے ٹامی گن پر قبضہ کر لینے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

عمران اپنے شکار کو دبوچے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "اس رات تم ڈان فاگان کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ آج میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"اُن.... اُن.... کا کیا ہوا....؟" شکار ہکلایا۔

"وہی جو تمہارا ہونے والا ہے۔"

عمران نے اس کی گردن میں قینچی ڈال دی تھی اور بتدریج دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا سر زمین سے ٹکرا دیا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی اپنے بیہوش ساتھیوں کے قریب لیٹا ہوا نظر آیا تھا۔

عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "جتنی جلد ممکن ہو ہمیں بندر سے آدمی بن جانا چاہئے ترکیب اس کی یہ ہے کہ ان تینوں کے کپڑے اتار کر ہم پہنیں اور انہیں بندر بنا دیں۔"

پندرہ بیس منٹ میں انہوں نے یہ مرحلہ بھی طے کر لیا تھا۔

ڈان فاگان کو پہلے ہوش آیا۔ تین ٹامی گنیں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں.... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً اٹھ بیٹھا اور عمران سے اسپینی میں بولا "واقعی تم باکمال آدمی ہو۔"

"جہاں ہو! وہیں بیٹھے رہو۔"

"کک.... کیا تم نے ان تینوں کو مار ڈالا۔"

"نہیں.... یہ بھی عقابوں ہی کے شکار ہوں گے۔ جس طرح وہ بیچارا۔" عمران نے نامعلوم آدمی کی لاش کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا یہ بھی میرے ہی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔"

"نہیں....!"

"چلو.... مجھے اس کا چہرہ دکھاؤ....!"

ڈان فاگان نے آگے بڑھ کر لاش کے چہرے پر منڈھا ہوا خول ہٹایا۔ ناک نقشے سے وہ مشرق بعید کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

"اب تم اپنے کپڑے اتار کر اس لاش کا لباس اپنے جسم پر منڈھ لو گے۔" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"تت.... تم آخر سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔" ڈان فاگان نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں....؟"

"میں خود اس جال سے نکلنا چاہتا ہوں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ ایسی بستی چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔"

"میں نے جو کچھ بھی کہا تھا۔ ان لوگوں کو سنانے کے لئے کہا تھا۔ یہاں انسانیت کے نام پر فراڈ ہو رہا ہے۔"

"خوب.... وہ کس طرح۔؟"

"یہاں سے کہیں اور چلو.... میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔"

"یہیں بتا دینے میں کیا دشواری ہے۔؟"

"میں نہیں چاہتا کہ وہ لوگ ہوش میں آ کر مجھے تم سے گفتگو کرتے دیکھ لیں۔"

"وہ ہوش میں آنے کے بعد بھی خود کو بے بس محسوس کریں گے۔ تم فکر نہ کرو۔"

"میں کہتا ہوں وقت ضائع نہ کرو۔ ورنہ زندگی بھر یہاں سے نہ نکل سکو گے۔ پہلے میری پوری بات سُن لو۔ اس کے بعد میں بھی تمہارا قیدی ہی بن کر چلوں گا۔"

"اچھی بات ہے۔ چلو ادھر ہی۔" عمران نے کہا اور ظفر الملک سے بلند آواز میں کہا "پوری طرح چوکس رہنا.... میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ڈان فاگان کو اسی چٹان کے پیچھے لے گیا جہاں کچھ دیر پہلے اس کے ساتھی تھے۔

"صرف ایک آدمی.... نکاسی کے راستے سے واقف ہے۔" ڈان فاگان بولا۔ "میں بھی نہیں جانتا.... ایک مخصوص جگہ پر میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی ہے۔ تب میں ادھر سے ادھر پہنچ سکتا ہوں یا اُدھر سے ادھر آسکتا ہوں۔"

"وہ کون ہے۔؟"

"وہی آدمی جس کے ساتھ سیاہ فام وحشی رہتے ہیں جسے تم نے اس رات ادھر گرفتار کر کے غار میں ڈال دیا تھا۔"

"اوہ.... اچھا.... اب ان عقابوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

"ان کے بارے میں بھی وہی شخص بتا سکے گا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔"

"شاید میں بھی کسی حد تک جانتا ہوں۔"

"اس آدمی کو الگ کر لو اور ان دونوں کو یا تو مار ڈالو یا بے بس کر کے ایسی جگہ ڈال دو کہ وہ بستی تک نہ پہنچ سکیں۔"

عمران کچھ سوچنے لگا۔

"ان کے ہوش میں آنے سے پہلے مجھے قیدی بنا لو۔"

"آخر.... کیوں....؟ اب تم سب ہی قیدی ہو۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔"

ڈان فاگان کوئی جواب دیئے بغیر اپنی ٹائی کی گرہ کھولنے لگا پھر ٹائی عمران کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "میرے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔ جلدی کرو۔ اگر اس آدمی کو شبہ بھی ہو گیا کہ میں تم سے مل گیا ہوں تو وہ ہمیں نکاسی کے راستے تک ہرگز نہ لے جائے گا۔"

عمران نے ڈان فاگان کے مشورے پر عمل تو کیا لیکن اس کے انداز سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے بات پوری طرح اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

دوسری طرف ان تینوں کو بھی ہوش آگیا تھا۔ اور وہ ان دو ٹامی گنوں کو گھورے جارہے تھے جواب ظفر الملک اور سب انسپکٹر کے ہاتھوں میں تھیں۔

پھر انہوں نے ڈان فاگان کو دیکھا جسے عمران دھکیلتا ہوا ادھر لا رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے ڈان فاگان کو بھی انہیں کے ساتھ بیٹھ جانے کا حکم دیا۔

رینا جھپٹ کر عمران کی طرف آئی تھی۔

"یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ جلدی سے نکل چلو۔" اس نے اس کا بازو چھو کر کہا۔

"صبر کرو.....!" اس نے رینا کو الگ ہٹاتے ہوئے چاروں قیدیوں کو مخاطب کیا۔

"تم چاروں صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتے ہو کہ ہمیں ہماری سرحد تک پہنچادو۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران نے پھر وہی جملہ دہرایا۔

"تم ہمیں مار ڈالو۔" ڈان فاگان کڑک کر بولا۔ "لیکن ہم تمہیں راستہ نہیں بتائیں گے۔"

"خاموش رہو۔" وہ آدمی جھنجھلا کر بولا جس کی نشان دہی ڈان فاگان نے کی تھی۔

"دوسری صورت میں ڈان فاگان کو بھی مردہ آدمی کا لباس پہنا دیا جائے گا۔ اور ہم تم چاروں کو اوپر لے جائیں گے۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"نن..... نہیں.....!" وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"یہی ہوگا۔! اس لباس میں عقاب تمہارا بھی وہی حشر کریں گے۔" عمران نے لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

اس پر اس نے کہا تھا کہ اگر ان کا لباس تبدیل کر دیا جائے تو وہ انہیں نکاسی کے راستے تک پہنچادیں گے۔

"لباس.....! میں کہاں سے مہیا کروں گا۔" عمران اسے گھور کر بولا۔

"ڈان فاگان کے ہاتھ کھول دو.....! اور اسے بستی تک لے جاؤ..... وہ ہمارے لئے دوسرا لباس لائے گا۔"

"سنو پیارے! دنیا مجھے بیوقوف کہتی ہے لیکن کیا تم بھی مجھے اتنا ہی احمق سمجھتے ہو۔!"

"کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"اور یہ ڈان فاگان ہمیں بخش دے گا۔" عمران ہنس کر بولا۔

"ڈان فاگان میرا پابند ہے۔ جو کچھ میں کہوں گا۔ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے لیکن اتنا یاد رکھو اگر معاہدے کے خلاف کچھ ہوا تو یہ ٹامی گن اس وقت تک قہقہے لگاتی رہے گی جب تک میگزین کا آخری کارتوس نہ ختم ہو جائے۔"

"بے فکر ہو کر جاؤ.... ہم جو کچھ کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔"

رینا نے ڈان فاگان کے ہاتھ کھولے تھے اور عمران اسے بستی کی طرف لے چلا تھا۔ اور چلتے وقت اس نے ظفر سے کہا تھا۔ "اگر یہ کوئی حماقت کریں تو انہیں بے دریغ چھلنی کر دینا....!"

راستے میں ڈان فاگان نے کہا۔ "یہاں میری کوئی اہم حیثیت نہیں ہے۔ غوری ہمارا باس ہے اور خود مرشد کا غلام ہے۔"

"ہائیں کوئی مرشد بھی ہے۔"

"وہی تو سب کچھ ہے اور اس کے رویے کی بناء پر میں نے یہ کہا تھا کہ یہاں انسانیت کے نام پر فراڈ ہو رہا ہے۔ تمہاری تینوں لڑکیوں کو اس نے سرکس میں دیکھا تھا اور ہمیں حکم دیا تھا کہ انہیں بستی میں پہنچا دو۔"

"کیا وہ بستی میں ہی رہتا ہے۔"

"نہیں... سردار گڑھ کا عظیم الشان محل اس کا مسکن ہے۔ بستی کی لڑکیاں اعلیٰ تربیت کے بہانے سردار گڑھ پہنچائی جاتی ہیں اور وہ مرشد انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح اپنے استعمال میں لاتا ہے۔"

"کیا تم کبھی اس کے محل میں گئے ہو....؟"

"کیوں نہیں.... اتنی خوب صورت تعیش گاہ شاید ہی دنیا کے کسی حصے میں ہو۔ عمارت کا نام الرشد ہے.... خان اعظم روڈ پر.... لیکن وہ آج کل سردار گڑھ میں نہیں ہے کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ لڑکیوں کو بستی میں پہنچانے کا حکم دے کر کہیں چلا گیا تھا۔ ایک بار مجھے اس کی ایک محفل میں شریک ہونے کا موقع ملا تھا۔ بوتلوں پر بوتلیں خالی کرتا چلا جاتا ہے لیکن کیا مجال ہے کہ ذرا سا نشہ ہو جائے۔"

"اوہو.... ذرا اس کا حلیہ تو بتاؤ۔" عمران نے چونک کر کہا۔

"حلیہ؟" ڈان فاگان ہنس کر بولا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔ بس وہ ایک لمبی اور پتلی سی بام مچھلی ہے لیکن طاقت.... خدا کی پناہ.... اگر گھنی ڈاڑھی نہ ہوتی تو وہ چینی معلوم ہوتا۔"

"خدا کی پناہ.... یہ تو تم میرے چچا کا حلیہ بتا رہے ہو۔" عمران چلتے چلتے رک کر بولا۔

"کیا مطلب؟ کیا کہا تم نے۔"

"کچھ نہیں.... کچھ نہیں.... جلدی کرو...."

بستی میں پہنچ کر ڈان فاگان ایک خیمے میں داخل ہوا۔ وہاں سے اس نے کچھ کپڑے لئے تھے اور باہر نکل آیا تھا۔

کچھ دیر وہ خاموشی سے چلتے رہے پھر عمران بولا۔ "اب تم اپنا جغرافیہ بتاؤ۔ تم اس چکر میں کیوں پڑے تھے اور اب کیوں اس سے نکلنا چاہتے ہو....!"

"میں صرف مرشد کے چکر سے نکلنا چاہتا ہوں۔ اسی توقع پر تمہاری مدد کر رہا ہوں کہ تم مجھے اپنے ملک سے نکل جانے میں مدد دو گے۔"

"یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے؟"

"میرے دوست! یہ سب مت پوچھو.... میں تمہاری مدد کر رہا ہوں۔ تم میری مدد کرو۔!"

"اچھی بات ہے! لیکن کیا تم اس پر روشنی ڈال سکو گے کہ وہ لوگ لباس کیوں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔؟"

"عقاب اس لباس کے لئے خصوصیت سے سدھائے گئے تھے جو کچھ دیر پہلے تمہارے جسم پر تھا۔ اس لباس میں ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے جس پر عقاب آتے ہیں۔"

"لیکن مجھے وہ عقاب ابھی تک نہیں بھولا جو میرے ساتھی پر جھپٹے مار رہا تھا۔"

"یہاں دو طرح کے عقابوں کے جھنڈ ہیں۔ ایک وہ جو ہر آدمی پر جھپٹتے ہیں۔ خواہ وہ کسی لباس میں ہو۔ وہ اس لئے ہیں کہ سرحدی محافظوں کو اس طرف نہ آنے دیں۔ تمہارا ساتھی اس دن کسی سرحدی محافظ ہی کی گولی سے زخمی ہوا تھا جو دراصل عقاب پر چلائی گئی ہو گی۔"

"اور دوسری قسم کے عقاب تمہارے قیدیوں کو فرار نہیں ہونے دیتے.... جنہیں برین واشنگ کے دوران میں بندر ہی بنائے رکھا جاتا ہے۔"

"یہی بات ہے۔"

وہ پھر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ڈان فاگان بولا۔ "میں غوری کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ وہ تم سے شدید نفرت کرتا ہے کیونکہ تم نے اس کا بندر مار ڈالا تھا۔" "مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ غلط راہنمائی کر کے تم لوگوں کو موت کے منہ میں نہ پہنچا دے۔"

"تم کم از کم یہ تو جانتے ہی ہو گے کہ سرحدی محافظ کس طرف ہیں۔"

"ہاں.... یہ میں جانتا ہوں...."

"بس اگر وہ ہمیں اس طرف لے جانا چاہے تو مجھے آگاہ کر دینا۔"

منزل مقصود پر پہنچ کر ڈان فاگان دوبارہ قیدیوں میں شامل کر دیا گیا۔

غوری آگے چل رہا تھا۔ چڑھائی کے راستوں پر لڑکیوں کی حالت ابتر ہو جاتی۔

رینا عمران کے ساتھ چل رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے اسے صرف اپنی ملکیت سمجھتی ہو۔ اگر کوئی دوسری لڑکی عمران سے گفتگو کرنا چاہتی تو فوراً دخل اندازی کر بیٹھتی.... ایک بار عمران سے یہ بھی کہا تھا کہ نیلی اور کٹی اول درجے کی فلرٹ ہیں۔ وہ کبھی کسی ایک کی ہو کر نہیں رہ سکتیں۔"

"اگر دونوں مل کر کوشش کریں تو کسی ایک کی ہو کر رہ سکتی ہیں۔" عمران بولا۔

"وہ کس طرح....؟"

"پکڑ لیں کسی ایک کو.... کدھر بھاگ کر جا سکے گا بے چارہ۔!"

"تم کبھی سنجیدہ بھی ہوتے ہو۔" وہ بگڑ گئی تھی۔

"صرف اسی وقت جب میرے ہاتھوں میں ٹامی گن ہو۔"

ایک جگہ غوری رُک کر ان کی طرف مڑا اور عمران سے بولا۔ "میں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے تحفظ کے لئے تمہیں راستہ بتا رہا ہوں لیکن اس جگہ میں اپنے ساتھیوں کی آنکھوں پر پٹی باندھوں گا.... وہ راستہ نہیں دیکھ سکتے.... یہی ہمارا اصول ہے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں!" عمران نے کہہ کر ڈان فاگان کی طرف دیکھا جس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں غوری کے بیان کی تصدیق کر دی۔

ڈینی ولسن دیوانوں کی طرح عمران کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ اس کے سرکس کی تینوں لڑکیاں اسے واپس مل گئی تھیں۔

"میری بات سنو۔" عمران اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ "اب ان تینوں کو ایک ڈبیہ میں بند کر کے کسی بینک کے سیف ڈیپازٹ لاکر میں رکھوادو....!"

"کیوں.... کیا مطلب....؟"

ایک ایسے آدمی کو یہ تینوں پسند آگئیں ہیں جو ان کی قبروں میں بھی گھس جائے گا۔"

"تت.... تو پھر میں کیا کروں۔"

"مقدمہ میں ختم کرادوں گا.... تم اپنے سرکس سمیت یہاں سے رفو چکر ہو جاؤ۔!"

"میں بالکل نہیں سمجھا ماسٹر عمران....!"

"تمہارے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔!"

"رینا کی زبان پر تمہارے علاوہ اور کوئی ذکر نہیں۔!"

"نزلہ، ہو گیا ہو گا.... جوشاندہ پلواؤ.... اچھا.... ٹاٹا....!"

"میں تمہارے لئے کیا کروں....؟"

"ایک پیکٹ چیونگم منگوادو....!"

ڈینی سے پیچھا چھڑا کر وہ اپنے ہوٹل میں واپس آیا۔ ظفر اور جیمسن اس کے منتظر تھے۔ جیمسن کو اسپتال سے رخصت کر دیا گیا تھا۔

"آپ کے لئے کسی کا خط ہے!" ظفر الملک نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کون لایا تھا....؟" عمران چونک کر بولا۔

"ایک لڑکی....!"

عمران نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس پر اس کا نام تحریر تھا۔

پھر خط نکالا.... کسی نے لکھا تھا۔

"بھتیجے!

تمہارا یہ حرامی پن ایک آنکھ نہیں بھایا۔ کیا ضروری ہے کہ ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتے پھرو.... میرا خیال ہے کہ سچ مچ تمہاری شامت آگئی ہے.... میرے چاروں آدمیوں کو فوری طور پر رہائی ملنی چاہئے.... ورنہ پورے سردار گڑھ کو جہنم بنا کر رکھ دوں گا..... مجھے علم ہے کہ تم "المرشد" بھی ہو آئے ہو..... میں اب بھی اس عمارت میں مقیم ہوں.... تینوں لڑکیاں میری ہیں.... وہ سردار گڑھ سے باہر نہیں جا سکیں گی.... مناسب ہوگا کہ تم ہی انہیں "المرشد" تک پہنچا دو۔ دو دن کی مہلت دیتا ہوں.... اگر پولیس نے "المرشد" کی طرف آنکھ اٹھانے کی بھی جرأت کی، تو سردار گڑھ کے سینکڑوں باشندے.... رائفلیں لے کر ٹوٹ پڑیں گے۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔! میں یہاں بھی مُرشد کہلاتا ہوں۔

تم سے بے حد بیزار

تمہارا چچا"

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور خط لفافے میں رکھ کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے.... آپ بے حد سنجیدہ نظر آرہے ہیں....!" ظفر بولا۔

عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا اور ایک پیس منہ میں ڈال کر اُسے آہستہ آہستہ کچلتا رہا.... پھر ظفر سے بولا۔ "کھیل اب شروع ہوگا۔"

"کیا مطلب....؟"

"سنگ ہی....!"

"اوہ.... کک.... کیسے....؟"

"فکر نہ کرو.... اس بار میں نہیں.... یا.... وہ نہیں۔"

"تو.... وہ بستی....!"

"کسی سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں.... وہ چاروں بھی اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ شہر سچ مچ جہنم کا نمونہ بن جائے۔"

عمران نے بے خیالی میں ایک اور پیس منہ میں ڈال لیا۔

"یور میجسٹی! کچھ متفکر معلوم ہوتے ہیں۔" جیمسن بولا۔ "کیا وہ ایسا ہی ہے کہ آپ جیسے لوگ

بھی سوچ بچار میں پڑ جائیں۔"

"ارے نہیں....!" عمران لاپروائی سے شانے جھٹک کر بولا۔"بس ذرا ان لڑکیوں کی طرف سے تشویش ہے۔ وہ انہیں سردار گڑھ سے باہر نہیں جانے دے گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔؟"

"ایسی ہی بات ہے۔ سنگ ان مجرموں میں سے ہے جو ساری دنیا کو خالہ جی کا گھر سمجھتے ہیں.... اب یہی دیکھو.... پتا نہیں کب سے سردار گڑھ میں مقیم ہے۔! خاصی شہرت بھی رکھتا ہے.... لیکن پولیس سو رہی ہے۔!"

"کہاں ہے؟" ظفر نے پوچھا۔

"فی الحال خاموشی اختیار کرو.... چھیڑ چھاڑ کا لطف تو کچھ اس کے ساتھ آتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ اگر خیریت چاہتے ہو تو تینوں لڑکیوں کو میرے پاس پہنچا دو۔ دو دن کی مہلت دی ہے۔"

"کمال ہے! آپ کو چیلنج کر رہا ہے۔" جیمسن بولا۔

"پرانی جان پہچان ہے۔ بچا بنا کر چھوڑ دیا ہے.... خیر چھوڑو.... چلو کسی کلب میں.... رنگی ٹمبا انٹر ووڈیوس کریں۔"

"میں اپنا بازو ہلا نہیں سکتا۔" جیمسن بولا۔

"میں بازو ہلاتا رہوں گا.... فکر نہ کرو....!"

"رنگی ٹمبا....!" ظفر جیمسن کو گھورتا ہوا بولا...."دوسرا بازو بھی توڑ دوں گا.... اس نام سے الرجک ہو گیا ہوں.... چلو.... چلو سرکس دیکھیں گے....!"

"جی.... ای....!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا...."وہ لڑکیاں اب وہاں نہیں ہیں.... یہیں تشریف رکھئے۔!"

جیمسن نے ظفر کو دیکھ کر دانت نکال دیئے....اور ظفر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا....!